باب 8

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فَاسۡئَلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

ملفوظاتِ نظیریہ (حصّہ دوئم)

غوث المعظم رہبر اعظم طریقت نسبت رسولی ﷺ

اعلیٰ حضرت الحاج پیر **نظیر احمد** رحمتہ اللہ علیہ

المعروف بہ سرکار موہڑویؒ

تالیف کردہ

رئیس الخلفا الحاج صوفی محمد سرفراز خاں صاحبؒ

سابق ایڈیشنل اکاونٹنٹ جنرل۔حکومت پنجاب

احسن الخلفا الحاج پیر احسن الدین صاحبؒ

سابق سیکریٹری وزارت خوراک وزراعت۔حکومت پاکستان

الحاج پیر محمد حسین قریشی صاحبؒ

سابق ایڈمن آفسر۔انسپکٹریٹ آف آرمی سٹورز

اینڈ کلودنگ۔کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ملفوظاتِ نظیریہ (حصّہ دوئم)

(1) تالیف کردہ رئیس الخلفا الحاج صوفی محمد سرفراز خاں صاحبؒ

سابق ایڈیشنل اکاؤنٹنٹ جنرل۔ حکومتِ پاکستان

1	انسانی زندگی	511	13	حقیقت اذکار و اسماء الحسنیٰ	516
2	روحانی بیماریاں	511	14	اقسامِ ولایت	516
3	مقصدِ حیات	512	15	ولایتِ کبریٰ	516
4	درویشی اور غیرت	512	16	ولایت اور نبوت	517
5	لذاتِ دنیا	512	17	مجدد صدی و مجدد الف ثانیؒ	517
6	صوفی	513	18	انسانی اچھائی یا برائی کا ذکر	517
7	تعلیم و تربیت	513	19	رضائے حق کے متلاشی	518
8	عشقِ رسول ﷺ	514	20	اسمائے الٰہی	518
9	ادب اور طریقت	514	21	علم الٰہیات	519
10	ضرورتِ شیخ	515	22	مقامِ انسانیت	519
11	ولایت کبریٰ	515	23	لطائفِ خمسہ (لطائفِ امر)	520
12	خدمتِ خلق	515	24	تصوف یا طریقت	522

(2) تالیف کردہ احسن الخلفا الحاج صوفی پیر احسن الدین صاحبؒ

سابق سیکریٹری وزارت خوراک و زراعت۔ حکومت پاکستان

25	غوث الامت حضرت باباجی خواجہ محمد قاسمؒ	523	26	دوسکھ مسافر	524
			27	نوری حقیقت	524

28	دین ودنیا	525	50	بادشاہت یا فقیری	533
29	طلب علم	525	51	اپنے شیخ سے محبت اور عشق	534
30	ذکر	526	52	مرشد کا ادب	534
31	صحیح خیال	526	53	مرشد کا اعتماد	534
32	شیخ کامل کی بیعت	527	54	مقصدِ حیات	534
33	پیر احسن الدین صاحب	527	55	نسبت رسولﷺ	535
34	حاجی سردار محمد سرفراز خاں صاحب	527	56	حضرت غوث الامتؒ کی وصیت	536
35	عالم روحانی	528		اور صاحبزادگان	536
36	موہڑہ شریف	528	57	موہڑہ شریف	536
37	ولی کون ہوتا ہے؟	528	58	مسئلہ تکوین	536
38	حضرت غوث الامتؒ کا وصال	528	59	وصول الی اللہ کا راستہ	537
39	بیگم احسن الدین کی بیعت	529	60	عبادت کا شوق	537
40	دنیاوی تکالیف	529	61	خدمتِ خلق	538
41	حضرت خواجہ نظام الدینؒ کہیاں شریف	529	62	قبض وبسط	538
42	موہڑہ شریف	529	63	سلوک وتصوف کا خلاصہ	538
43	جسم اور روح	530	64	علم تسخیر حقیر چیز ہے	541
44	دعا ذریعہ کامیابی	530	65	سلوک کا اصل مقصد	541
45	توکلّ	530	66	عورتیں اور روحانی درجات	542
46	گورنر پیئرز	530	67	بددعا کرنا بُری بات ہے	542
47	گورنر پیئرز کی موت	531	68	نسبت رسولﷺ	543
48	یاغستان کی بادشاہت	532	69	عجز وانکساری	543
49	سرہند شریف کی حاضری	532	70	خدمت خلق کی نیت	543

71	متلاشی حق کی خدمت	544
72	مکتوبات شریف	544
73	دنیاوی زندگی	544
74	توجہ الی الحق	544
75	نظر لگنا	545
76	مراقبہ	545
77	بزرگوں کا ادب	545
78	اولیاء اللہ کے لئے خوف وحزن نہیں	545
79	اپنی دل پسند چیز سے دست کشی	546
80	شیون واعتبارات	547
81	اصلی مدعا	547
82	ہمہ اوست اور ہمہ از اوست و ہمہ نیست	547
83	نفس کا مغلوب کرنا	548
84	حضرت داؤد بلخیؒ کا واقعہ	548
85	نظام دکن سے حضرت پیر صاحب کی ملاقات	549
86	اللہ کی رسی	549
87	مجذوب سالک	550
88	ذکرِ قلبی	550
89	حضرت پیر صاحبؒ کا مقام اعلیٰ	551
90	موجودہ زمانے کا طریقہ سلوک	551
91	طریقہ تعلیم	551
92	فکر ہر کس بقدر ہمت اوست	552
93	ذکرِ الٰہی	552
94	لطائفِ خمسہ	553
95	مخلوق خدا کی خدمت	553
96	نماز	554
97	نسبت رسول ﷺ	554
98	مقصدِ حیات	555
99	قوت آتش دیا سلائی میں مقفل ہے	555
100	ہر دم حضوری	555
101	**موتو قبل ان تموتوا**	556
102	**تخلقوا باخلاق الله**	556
103	صفت تکوین	556
104	عبادت خالصتاً للہ	557
105	حاجی محمد سرفراز خاں صاحب کا مشرقی پاکستان میں تبادلہ	557
106	ہر چیز اپنے وقت مقررہ پر وقوع پزیر ہوتی ہے	558
107	توجہ الی اللہ	558
108	رضائے الٰہی	559
109	فقر اور مدارج ولایت	559
110	خدمت خلق	560
111	ذکر قلبی کی تعلیم	560
112	فراستِ مومن	561

113	اپنی علمیت کا اظہار	562
114	قربِ الٰہی کا حصول	562
115	سلطان الاذکار	562
116	اعلیٰ حضرت کی تعلیم	562
117	حضورﷺ کی نبوت تامہ	563
118	اعلیٰ حضرتؒ کا کمال صبر وتحمل	563
119	دوامِ نسبت	564
120	اعلیٰ حضرتؒ کا طریقۂ تعلیم	564
121	سلوک اور ادب	564
122	پیرو مرشد سے قلبی محبت اور ادب واحترام	565
123	ولایت اور مقام ارشاد	566
124	جزامیوں کی خدمت	567
125	طریقۂ تبلیغ	567
126	تکالیف اور ترقی درجات	567
127	زندگی عالمِ اسباب کے مطابق بسر کرنی چاہیے	568
128	مشیئت ایزدی عالم اسباب میں مستور ہے	568
129	محنت اور کوشش ضروری ہے	569
130	نفس کی غلامی یا خدا کی غلامی	569
131	جہاد بالنفس	569
132	عرس شریف کی حاضری	570
133	مشئیت ایزدی	570
134	سورۃ فتح اور ترکِ حکومت	570
135	قبولیتِ دعا	571
136	حضرت موسیٰ اور گڈریا	571
137	اپنی ذات کی نفی	572
138	نذیر اللہ صاحب کو دستار خلافت	572
139	حفیظ جالندھری کو فرمان	573
140	تصورِ شیخ	573
141	حضرت نظام الدینؒ اور راجہ شیر احمد والئی دراوا	574
142	موہڑہ شریف	575
143	والئی بھوپال کی بیگم صاحبہ	575
144	ھلاّ شاہ مراد کے پیر صاحب	575
145	خیال کی درستی	576
146	بُعد اور فاصلہ کی حقیقت	576
147	صبر واستقلال	576
148	باریکئ نظر	577
149	تصرف	577
150	باریکئ خیال	577
151	درویش کی نگاہ میں مخلوقات کی حقیقت	578
152	ولی اللہ کی صحبت	578
153	اپنا خیال اور سلوک	579
154	استغفار	579

155	قلب انسانی مالک الملک کا آئینہ ہے	579	162	زمین اور مٹی کی حقیقت	582
156	تحریک قادیانیت اور ختم نبوت 1953ء	580	163	اللہ کا دوست	582
157	ولی اللہ اور مرشد کا مقام	580	164	فنا فی اللہ	582
158	نظام حکومت	581	165	تزکیۂ نفس	583
159	حضرت غوث الاعظمؒ اور خلیفۂ وقت	581	166	اصلی کام	583
160	وسیلہ	581	167	صحیح تعلق	583
161	حضور پیر صاحبؒ کا جنگل نشینی کا وقت	582	168	تسکین قلب	583

(3) تالیف کردہ پیر صوفی محمد حسین قریشی صاحبؒ

سابق ایڈمن۔افسر انسپکٹریٹ آف آرمی سٹورز اینڈ کلودنگ۔کراچی

169	عملی سعی و کوشش	584	180	حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	590
170	وظائف کیسے پڑھے جائیں	584	181	قلبی کیفیت کی تبدیلی	591
171	شریعت،طریقت اور معرفت	584	182	پیر کے فرمان کی پیروی	592
172	اپنے مرشد کی دستار کی نقل	585	183	اللہ کا مہمان	592
173	جہانہ قصاب کا واقعہ	585	184	کائنات کا قیام حضور ﷺ کی ذات	592
174	طریقۂ تعلیم	586		سے ہے	
175	انسانی زندگی	587	185	اولیاء اللہ	593
176	آداب پیر	588	186	اصلی و نقلی پکھراج	595
177	سائیں قائم خاں کی عقیدت	589	187	حضور انور ﷺ کی عزت اور نصرت	596
178	معجزہ اور کرامات	589	188	حضور انور ﷺ سے مصافحہ	596
179	انسانی صفات اور سائنسدان	590			

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

انسانی زندگی

غوث المعظم اعلیٰ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا: انسانی زندگی دو چیزوں سے مرکب ہے ''جسم اور روح''۔ جسم حکمائے یونان کے مطابق چار عناصر (مٹی، ہوا، آگ اور پانی) سے بنا ہے۔ فلسفہ جدید ان عناصر کو بھی مرکب بتاتا ہے۔ یہ سب عالمِ خلق سے متعلق ہیں۔ روح کی حقیقت نوری ہے وہ عالمِ امر سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ قرآنِ حکیم سے ظاہر ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴿بنی اسرائیل:85﴾

''اے حبیبﷺ! آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دیں کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے''

صحیح انسان وہ ہے جو زندگی کے ان دونوں پہلوؤں کی صحیح نگہداشت اور پرورش کرے اور دونوں قسم کی بیماریوں کا علاج کرتا رہے۔ جسمانی بیماریوں کا علاج تو انہی چار عناصر سے جو اس کی تخلیق سے تعلق رکھتے ہیں کیا جاتا ہے۔ اور اس مدعا کے لئے بے شمار طریقے انسانی جسم کے علاج کے لئے رائج ہیں اور متواتر تگ و دو سے ان میں متواتر ترقی ہو رہی ہے۔

روحانی بیماریاں

چونکہ روح کا تعلق نور سے ہے اس لئے ان بیماریوں کا علاج نور سے ہوگا۔

جو لوگ محض جسمانی زندگی کی نشوونما میں مشغول رہتے ہیں اور روحانیت کو بھول جاتے ہیں ان کے متعلق فرمایا گیا ہے۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا﴿بنی اسرائیل:72﴾

''اور جو شخص اس (دنیا) میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور نجات کے راستے سے بہت دور ہوگا۔یعنی جو دنیا میں ہدایت سے اندھا رہا ویسا ہی آخرت میں جنت کی راہ سے اندھا ہوگا اور دور پڑا رہے گا''

ایسے لوگوں کے مرنے پر ان کی جسمانی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور چونکہ ان کی ارواح کی رغبت زندگی میں نورانیت کی طرف نہیں ہوتی اس لئے وہ عذاب کی سزاوار ہوتی ہیں اور وہ بھٹکتی رہتی ہیں۔

ان کے برعکس وہ لوگ جنہوں نے روحانی زندگی سنوار لی اور صحیح روحانی تعلق پیدا کر لیا ایسے لوگ جسمانی موت سے نہیں مرتے بلکہ زندہ ہوتے ہیں اور بہتر جزا کے امیدوار ہوتے ہیں۔ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ مومن مرتے نہیں بلکہ نقل مکانی کرتے ہیں۔اِس دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف۔

مقصدِ حیات

فرمایا: سمجھدار انسان وہی ہے جس نے اس دنیاوی زندگی کا صحیح مقصد سمجھ لیا کیونکہ اصلی مقصدِ حیات یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کے ساتھ نسبتِ عبدیت استوار کرلے۔قرآنی فرمان ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴿الذریت : 56﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں''

درویشی اور غیرت

فرمایا : 1۔ بے غیرت آدمی درویش نہیں ہوسکتا۔

2۔ خنزیر میں بے غیرتی ہی ایسی لعنت ہے جس کی وجہ سے اس کو دیکھنا، ہاتھ لگانا یا اس کا گوشت کھانا وغیرہ اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

3۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غیرت کا وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔وہ اسلام اور ایمان کے خلاف کسی چیز یا بات کو گوارا نہیں کر سکتے تھے۔

لذّاتِ دنیا

فرمایا: دنیاوی لذّات روح کو مردہ کرتی ہیں۔اچھا کھانا، اچھا لباس، اچھی سواری وغیرہ سے محبت کرنا یا دل لگانا روحانی موت لاتا ہے ورنہ بذاتہٖ یہ اشیاء بری نہیں۔اگر برائی ہے تو ان کی زیادہ محبت اور دل لگاؤ میں ہے جس کی وجہ سے

اللہ اور رسولﷺ کی یاد سے غفلت ہو جاتی ہے۔ ایک عام مسلمان کے لئے بھی ضروری ہے کہ اگر دستر خوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے گئے ہوں تو وہ فقط تھوڑے پر اکتفا کرے جو اسے پسند ہو۔ مگر صوفی درویش کے لئے تو اور ہی معیار ہے یعنی جو دنیاوی چیز اس کے دل کو لبھائے اور اچھی لگے یعنی نفس جس چیز کا تقاضا کرے اس سے ہاتھ کھینچ لے اور اجتناب کرے اس طرح سے آہستہ آہستہ نفس پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

فرمایا: جس کو ذات سے محبت ہو اسے کھانوں اور دنیاوی آسائشوں سے کب راحت مل سکتی ہے۔

چشمے کہ درآں خار باشد چگو نہ خسپد

''وہ آنکھ جس میں کانٹا چبھا ہو کیسے سو سکتی ہے''

صوفی

فرمایا: صوفی کو کسی چیز کی نسبت اپنی طرف نہیں کرنی چاہیے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب وہ کسی چیز کی نسبت اپنی طرف کرے گا، اس کا عمل باطل ہو جائے گا۔ اس ضمن میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب ''بمبئی والے'' کی بلند خیالی و بلند نظری کی تعریف فرمائی اور کہا کہ جب عنایت اللہ صاحبؒ ''المعروف بہ فقیر صاحب کوہاٹی'' نے دربار موہڑہ شریف میں طعام تناول فرماتے وقت حاجی صاحب کو اپنی طرف سے چٹنی پیش کی اور یہ کہا کہ یہ ہمارا لنگر ہے تو حاجی صاحبؒ نے چٹنی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور فرمایا میں نہیں کھاتا۔ اصرار کرنے پر وجہ یہ بیان کی کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا رزق کھاتا ہوں۔ جب چٹنی کی نسبت فقیر صاحب نے اپنی طرف کی تو میں نے وہ چیز کھانا جائز نہ سمجھی۔

اس وقت **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا** کی اصلیت منکشف ہوئی۔

صحیح صوفی کسی چیز یا فعل کی نسبت اپنی ذات کی طرف کر ہی نہیں سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی ذات تو مفقود ہو جاتی ہے اور جب تک اس کو اپنی ہستی یا دنیا کا احساس ہے وہ دنیا دار ہے درویش نہیں۔ اللہ والے تو ذات حق کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں اور اپنی ذات کو فنا سمجھتے ہیں۔ اس فنا یعنی نیست ہونے کے بعد انہیں یہ سوچ کبھی نہیں آ سکتی کہ یہ چیز میری ہے یا یہ فعل مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ جس شخص کے دل میں اللہ کی یاد و محبت نے گھر کر لیا اور اس مسرتِ حقیقی سے مسرور ہے اس پر اب دنیا اور اپنی ذات کا تسلط کبھی نہیں ہو سکتا۔

تعلیم و تربیت

فرمایا: رسول کریمﷺ کی خدمت اقدس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حاضر رہتے۔ عموماً ہر نماز کے بعد مجلسِ تلقین منعقد ہوتی جس میں حاضرین کے سوالات سنتے اور انہیں جوابات دیتے، احکامِ الٰہی سناتے نیز جزوی

مسائل پر روشنی ڈالتے ۔فقہ کا علم صحابہ کرامؓ انہی مجالس میں سیکھتے تھے۔جس مجلس میں حقائق ومعارف کی تعلیم ہوتی اس میں خاص خاص صحابہ کرامؓ علومِ الٰہیات، حقیقت اور معرفت کی باریکیاں سمجھتے تھے اور اپنے آپ کو مختلف اطرافِ عالم میں پیغامِ رسالت پہنچانے کے لئے تیار کرتے تھے۔یہ انہی مجالس کا فیض تھا جس نے خلفائے راشدین جیسی بےنظیر ہستیاں پیدا کیں اور خالد جیسا فاتح سپہ سالار پیدا کیا۔انہی مجالس میں تربیت پا کر بعض اصحابِ صفہ تبلیغ کے لئے باہر بھیجے جاتے تھے۔اصحابِ صفّہ کی مجموعی تعداد 700 کے قریب تھی۔

فرمایا: جب آفتابِ رسالتﷺ سے فیض یاب ہونے والے بلند مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے لئے بھی تعلیم وتربیت کو ضروری سمجھا گیا تو موجودہ زمانے کے عام صوفیوں اور درویشوں کی کتنی ناسمجھی ہے کہ وہ یہ خیال کریں کہ ایک ہی نظر سے شیخ ان کو ولی بنا سکتا ہے اور ان کے لئے مزید تعلیم وتربیت کی ضرورت نہیں۔درحقیقت ان کے لئے تعلیم وتربیت کا محنت سے حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔

عشق رسولﷺ

فرمایا: رسول خداﷺ کی محبت اور عشق ہی اسلام ہے۔یہی ایمان ہے، یہی جنت ہے۔حضورﷺ کے حقیقی عشق ہی نے حضرت اویس قرنیؓ کو دیگر صحابہؓ وتابعینؒ سے ممتاز کر دیا تھا۔رسول خداﷺ نے اپنا جبّہ مبارک ان تک پہنچانے کے لئے اپنے دو جلیل القدر صحابہ کرامؓ (حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ) کو مقرر فرمایا۔ یہاں پر عشقِ رسولﷺ میں حضرت اویس قرنیؓ کا جنگ احد میں آنحضرتﷺ کے دانت مبارک کے شہید ہو جانے کی خبر سن کر سارے دندان کو توڑ دینے کا واقعہ بیان فرمایا۔

ادب اور طریقت

فرمایا: ادب کا مفہوم کسی کام یا فعل کا برمحل یا برمقام ادا کرنا ہے۔ بےمحل کام کرنا یا بےموقع بات کرنی خلافِ ادب ہے۔ ہر فعل میں ادب لازمی ہے۔ جہاں کسی سے برتاؤ کرنا ہو ادب ضروری ہے اور اسی بات کو ملحوظ رکھے۔

از خدا خواہیم توفیقِ ادب بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب

رسول خداﷺ کی مجالس میں ادب کی سخت پابندی اور اہمیت تھی۔حضورﷺ کی آواز سے اونچی آواز نہ ہو۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضورﷺ کے بلند مرتبہ کی طرف صحابہ کرامؓ کی توجہ دلائی تو فرمایا:

لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ ﴿الحجرات:2﴾

''اپنی آوازیں پیغمبر ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو''

توصحابہ کرامؓ چھوٹے چھوٹے پتھر ساتھ لایا کرتے تا کہ خاموش رہتے ہوئے اگر شدتِ جذبات میں بے اختیار آہ وفغاں نکلنے لگے تو وہ پتھر منہ میں ڈال لیں اور آواز اونچی نہ ہونے پائے۔

اَلطُّرِیۡقَةُ کُلُّھَا الۡاَدَبُ ''طریقت مکمل ادب ہی ہے''

ضرورتِ شیخ

فرمایا: ابتدا میں ضرورت ہے کہ انسان شیخ طریقت کی طرف متوجہ ہو کیونکہ جس طرح جسمانی مریض طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے اسی طرح لازمی ہے کہ امراضِ روحانی کے لئے روحانی طبیب یعنی شیخ طریقت کی خدمت میں حاضر ہو۔ پھر آہستہ آہستہ اپنے آپ کو شیخ کی طرح بنائے۔ حتیٰ کہ اپنا صدر شیخ کے صدر سے پیوست ہو جائے اور شیخ کی ذات کو مصدرِ ورودِ انوارِ الٰہیہ اور وصول الی اللہ کا ذریعہ سمجھے۔ جب شیخ سے رابطہ، تعلق و عشق درجۂ کمال تک پہنچ جائے تو فنا فی الشیخ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

چونکہ شیخ کے سینہ میں انوار اور حقائق و معارف جناب رسول کریم ﷺ کے سینہ مبارک سے آتے ہیں اسی لئے فنا فی الشیخ ہونے کے بعد فنا فی الرسول ہونے کا مقام آتا ہے اور وہاں سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔

ولایتِ کبریٰ

کل والے مضمون کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ بقا باللہ کے بعد فنا فی الصفات کے مدارج ہوتے ہیں اور فنا فی الصفات کے بعد بقا بالصفات کے مدارج پر عبور حاصل کرنا پڑتا ہے اور **تَخَلَّقُوۡا بِاَخۡلَاقِ اللّٰهِ** ہو کر ولایت کبریٰ حاصل ہوتی ہے اور خدمتِ خلق پر فائز ہوتا ہے اور یہ کام اس کے سپرد ہو جاتا ہے۔

خدمتِ مخلوق

فرمایا: مخلوق کی خدمت اور مخلوق پر شفقت اللہ تعالیٰ کا اپنا ذاتی کام ہے اور یہ سب کچھ اسی ذات کی طرف سے عمل میں آ رہا ہے۔ جب کہ یہ اعمال ذات الٰہی کی طرف منسوب ہیں اور صوفی کی ذات ممتاز نہیں ہے۔ ان اعمال اور خدمات کا نتیجہ ذاتی عزت ہے جو اسے عطا کی جاتی ہے۔ وہ تمام مخلوق کی آخری اور حقیقی ذات مرجع اور انجام ہے۔ قیومیت اور خلعتِ قیومیت کی حقیقت اور تفصیل کے لئے بڑے دفتر کی ضرورت ہے۔

حقیقتِ اذکار و اسماء الحسنٰی

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی ذات وہم و گمان اور قیاس سے بالاتر ہے۔ ہماری عقل، ہماری سمجھ، فہم اور ہماری آنکھ وہاں تک رسائی نہیں کرسکتی۔ جو چیز انسان کی سمجھ و فہم میں آجائے وہ حادث ہے اور چونکہ ذات باری تعالیٰ قدیم ہے اس لئے اس ذات سے متعلق نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا صوفیائے کرام نے سالک کو راہِ حق پر چلانے کے لئے اور قرب حاصل کرنے کے لئے، اسمائے باری تعالیٰ کے اذکار و اشغال مرتب کئے ہیں۔ جس طرح کسی حکومت کے مختلف شعبے یا محکمے مختلف وزرا اور احکام کے زیر نگرانی کام کرتے ہیں اسی طرح تمام مخلوق اور تمام امور متعلقہ مخلوق اور تمام امور متعلقہ عالمِ خلق اسمائے باری تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہر ایک اسمِ الٰہی اللہ تبارک تعالیٰ کی کسی ایک صفت کا مظہر ہے اور وہ ایک دروازہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قرب حاصل ہوتا ہے۔ ہر ایک اسم صفاتی پر ایک جماعت ملائکہ مقرر ہے جس کی قیادت ملائکہ مقربین سے ایک فرشتہ کرتا ہے۔ جب اس اسم کا وظیفہ یا ذکر مرشدِ کامل کی رہنمائی سے کیا جاتا ہے تو ذاکر کی طرف حکم باری تعالیٰ سے وہ ملائک متوجہ ہو جاتے ہیں۔

اقسامِ ولایت

فرمایا: اسمائے صفاتی کے اذکار و اشغال سے سالک کو اجابتِ دعا کا فیض آہستہ آہستہ حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن یہاں دو چیزیں لازم ہیں۔ استفادہ اور سائل۔ جب سیر الی اللہ کی منازل طے ہو جاتی ہیں اور سیر فنا فی اللہ میں قیام نصیب ہو جاتا ہے تو سالک کی ذات اور اس کی خواہشات اور اس کے ارادے مفقود ہو جاتے ہیں جیسے کہ حباب دریا میں پہنچ کر دریا ہی ہو جاتا ہے۔

قطرہ ونج پیا دریائے تو اوہ کی کہاوے
جس وچہ اپنا آپ گنواوے اوہو ای اوہ بن جاوے (میاں محمدؒ)

اس کے بعد چونکہ قطرے کی اپنی ہستی ختم ہو جاتی ہے اسے دریا کا ہی حصہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح ولی اللہ کا معاملہ ہے۔ پھر جو کچھ وہ کہتا ہے یا کرتا ہے وہ عین مشیئتِ ایزدی کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ ولایتِ صغریٰ یا ولایتِ صوفی کا مقام ہے۔

ولایت کبریٰ

فرمایا: جب فنا فی الشیخ، فنا فی الرسولؐ، فنا فی اللہ، بقاباللہ، فنا فی الصفات کے مدارج طے ہو جاتے ہیں تو تخلق باخلاق اللہ ہوکر ولایتِ کبریٰ یا ولایتِ اولیا نصیب ہو جاتی ہے اور وہ خدمت خلق پر فائز ہوتا ہے۔

ولایت اور نبوت

فرمایا: انبیاء علیھم السلام کو بعثت سے قبل ولایت کے تمام مقامات حاصل ہو جاتے تھے۔ نبوت ملنے پر وہ نبی اور ولی دونوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ عالمِ دنیا کے تغیر کے باعث تقریباً ہر ہزار سال کے بعد ایک اولوالعزم رسول تشریف لاتے رہے جو صاحبِ کتاب اور صاحبِ شریعت ہوتے تھے۔ درمیانی زمانہ میں ان کی شریعت کو جاری رکھنے اور بدعات کو دور کرنے کے لئے بے شمار انبیاء تشریف لاتے رہے جو صاحبِ کتاب پیغمبر سے انوار وحقائق ومعارف کا اقتباس کرتے تھے اور الہامِ الٰہی کی مدد سے اپنے فرائضِ نبوت کو سرانجام دیتے رہے۔

مجددصدی اور مجدد الف ثانیؒ

فرمایا: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔ دین مکمل ہوگیا لیکن امتِ محمدیہ کو صراطِ مستقیم پر رکھنے کے لئے بدعات سے پاک رکھنے کے لئے اولیاء کرامؒ کا سلسلہ جاری رہا۔ جو قیامت تک جاری رہے گا۔

لہٰذا ہر سو سال میں ایک بلند پایہ ولی اللہ تشریف فرما ہوئے جنہیں مجددِ صدی سے خطاب کیا گیا اور ہزار سال کے بعد ایک صاحبِ کتاب اولوالعزم پیغمبر کی طرح ایک اولوالعزم مجدد کی ضرورت تھی۔ چنانچہ شیخ احمد سرہندیؒ سنہ ہجری کے دوسرے ہزار سال کے دور کے شروع میں تشریف فرما ہوئے اور شریعت وطریقت کے علوم کی تکمیل کے بعد انہیں خلعتِ قیومیت عطا ہوئی اور انہوں نے فسق وفجور و بدعات کو طریقت سے پاک کیا اور فلسفیانہ نظریہ ''ہمہ اوست'' سے طبقہ صوفیاء میں جو مغالطے پیدا ہوگئے تھے ان کو دور کیا اور ''ہمہ از وست'' کی حقیقت آشکارا کی۔

انسانی اچھائی یا برائی کا ذکر

فرمایا: کسی انسان کے متعلق بغیر کسی تحقیق ویقین کے اچھائی کا فتویٰ دے دینا کم فہمی کی علامت ہے بلکہ اس شخص میں کوئی صفت یا خوبی ہو تو وہ بیان کرنی چاہیے۔ اسی طرح کسی انسان کو برا کہہ دینا بھی جائز نہیں کیونکہ اس طرح کہہ دینے سے خالق پر حرف آتا ہے۔ سب انسان اللہ تعالیٰ کی پیدائش ہیں۔ سب میں اچھائیاں بھی موجود ہیں اور برائیاں بھی۔ لہٰذا ان کی ایک برائی یا زیادہ برائیوں سے ان کی ساری ہستی پر خرابی یا برائی کا اطلاق جائز نہیں۔ (زمانۂ حال کیلئے اس مضمون کو صحیح اور مکمل طور پر سمجھنا اور اس پر عمل کرنا از حد ضروری اور لازمی ہے۔ مؤلف)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات غفور الرحیم ہے اور اس کی رحمت کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ سراپا عصیاں اور گناہوں میں ڈوبا ہوا انسان بھی جب دل سے توبہ اور استغفار کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور اس کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿الزمر : 53﴾

''اے حبیبﷺ کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے''

رضائے حق کے متلاشی

فرمایا: بنی نوع انسان کے تین گروہ ہیں جو کہ اعلیٰ درجات پر فائز ہیں۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔

1۔ انبیاء علیہم السلام

2۔ اصحاب رسول کریم رضوان اللہ علیہم اجمعین

3۔ اولیاء اللہ

جن کی تعریف میں فرمایا:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴿یونس:62﴾

''سن رکھو جو خدا کے دوست ہیں ان کو کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے''

یعنی جنہیں ولایت دی جاتی ہے وہ ایسے مومن ہوتے ہیں جو اپنے ارادوں اور خواہشات کو مغلوب کر کے ہمہ تن ذاتِ حق سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ ان میں اولوالعزم اولیاء اللہ وہ اصحاب ہیں جنہیں رضا و بقا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ گو یہ قیام ایک لمحۃ البصر کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔ اس بلند مقام میں قیام صرف خلفائے راشدین ہی کو حاصل ہوا۔

اسمائے الٰہی

فرمایا: ہر اسمِ الٰہی کے لئے ایک موضوع ہوتا ہے اور ایک ''موضوع لہٗ''۔ ذاتِ باری تعالیٰ ہماری نظروں سے مخفی اور دور ہے۔ ہمارے وہم و گمان اور قیاس و خیال سے بالاتر ہے۔ ہم اسے اس کی صفات سے پہچانتے ہیں۔ عالمِ مخلوق اس کی صفات کا مظہر ہے اور ہر صفت کو عالمِ خلق میں لانے کے لئے ایک خادم جو فرشتہ ہوتا ہے مقرر ہے جس کے ماتحت کئی بلند رتبہ فرشتے ہوتے ہیں اور ان کے ماتحت اور ہزاروں فرشتے ہیں۔ بلند رتبہ فرشتے ان ملائکہ کے

حاکم ہوتے ہیں۔اس اسم کی برکت سے اجابت کا دروازہ کھلتا ہے۔ ہرایک اسمِ الٰہی کے جدا جدا اعداد ہیں اوران اعداد کی تعداد میں قاعدے کے مطابق اسے پڑھنے کی اجازت دی جاتی ہے۔اسمِ الٰہی کا پڑھنا قبولیتِ دعا کا باعث ہو جاتا ہے۔ اسماءالٰہی کے ورد یا ذکر میں اعداد کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔مقررہ تعداد سے زیادہ یا کم پڑھنے سے ثواب تولازمی ہوتا ہے لیکن پوری تعداد میں پڑھنے سے اجابتِ دعا کا مطلب حاصل ہوتا ہے۔

علم الٰہیات

لفظ ''الٰہیات'' ان علوم کے لئے استعمال ہوتا ہے جو ذاتِ حق کی تحقیق وتجسس کی غرض سے حاصل کئے گئے ہوں یا کئے جاتے ہیں۔ یہاں تین توضیحات (جزئیات) ضروری ہیں۔

1۔عالم 2۔علم 3۔معلوم

وصولِ ذات کے لئے سالک علمِ الٰہی کی تلاش میں مصروف ہوتا ہے تو وہ عالم کہلاتا ہے تجسس کوعلم اور ذات حق تعالٰی کومعلوم اورعلم مصدر ہے۔

جب وصول الی اللہ کی منازل طے کر کے سیر فنا فی اللہ میں قیام نصیب ہوگیا تو اس ولی اللہ کی ذاتی خواہشات، ذاتی علوم مفقود ہوئے۔اب وہ ارشادِ الٰہی کے مطابق رو بخلق ہوا۔اس کے بعد اس کاعلم پرانی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ ایک نئی اور بلند حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک باریک نقطہ ہے اور یہاں عالم، ذات سبحانہ تعالٰی،علم،علم خبیر وبصیراور معلوم مخلوق ہوتی ہے۔

مقامِ انسانیت

فرمایا: تمام کائنات اللہ تعالٰی کی تسبیح وتقدیس میں مشغول ہے،کوئی قیام میں،کوئی رکوع میں،کوئی سجود میں محو ومستغرق ہے۔انسان چونکہ اشرف المخلوقات اور جملہ کائنات کا خلاصہ یعنی جہانِ اصغر ہے اوراسے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ ﴿بنی اسرائیل:70﴾

''اور ہم نے بنی آدم کوعزت بخشی ہے''

سے مخاطب فرمایا گیا ہے لہٰذا تمام مخلوقات کے خواص میں سے قدرے قدرے اسے خوشہ چین بنایا۔اس کا طریقہ عبادت بھی جملہ مخلوقات کی عبادات کا مجموعہ ہے یعنی قیام، رکوع اور سجود سب کو جمع کر دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُمتِ محمد یﷺ سب مخلوق پر فوقیت رکھتی ہے۔

انسانوں میں سب سے بہترین گروہ انبیاء علیھم السلام کا ہے۔ان میں کئی اولوالعزم صاحبِ شریعت وصاحب

کتاب ہیں اور ہر ایک پر ایک عبادت یا نماز فرض ہوئی اور چونکہ محمد مصطفیٰ ﷺ سید المرسلین اور **خَاتَم النَّبِیِّن** ہیں۔ اس لئے ان کی ذات والاصفات پر جملہ اولوالعزم پیغمبروں کی عبادتیں جمع ہوگئیں پس ان کی امت کی نمازیں جملہ پیغمبروں کی عبادتوں کا مجموعہ ہیں۔

لطائف خمسہ (لطائف امر)

فرمایا: ہر ایک اولوالعزم پیغمبر کے سینہ مبارک میں ذاتِ باری تعالیٰ سے ایک نور آیا۔ چنانچہ پانچ لطائف ایک مومن کے سینہ میں عالم امر سے ہیں یہ پانچ بڑے پیغمبروں کے سینہ مبارک کے انوار کے حامل ہیں۔ (نقشہ بنا کر سمجھایا)۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

لطائف امر کا نقشہ

لطائف خمسہ

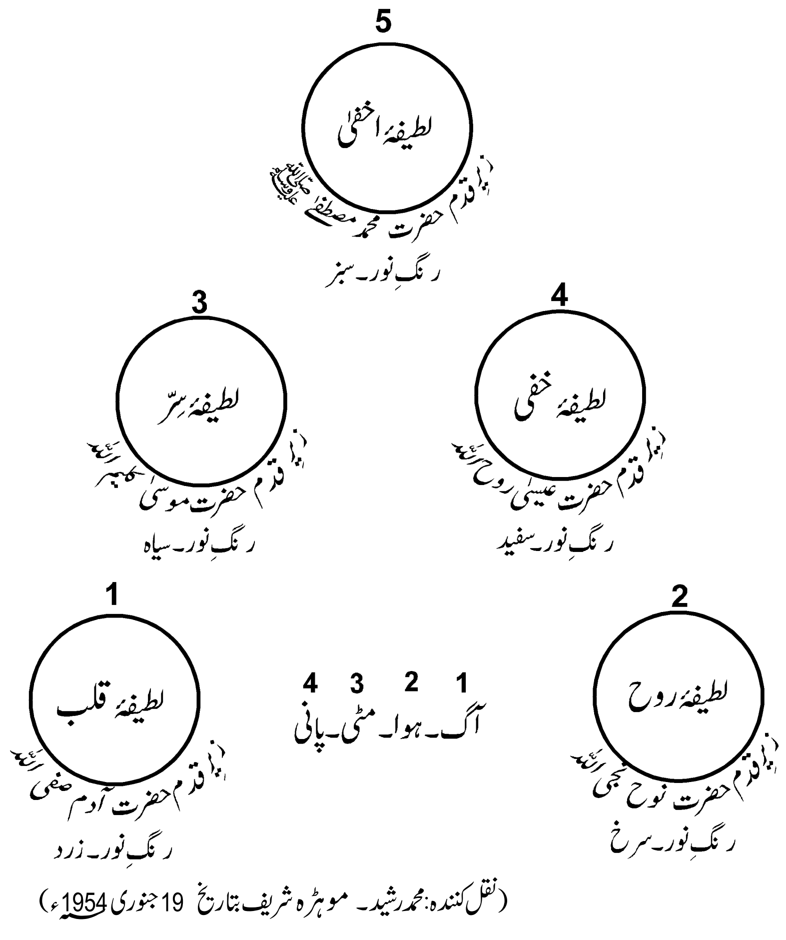

(نقل کنندہ: محمد رشید۔ موہڑہ شریف بتاریخ 19 جنوری 1954ء)

لطائف امر

فرمایا:مومن کے سینے میں یہ پانچ مواضع ہیں جن پر فیوض وانوار وبرکات الٰہیہ کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ یہ عالمِ امر سے ہیں اور یہ لطائف پانچ اولوالعزم پیغمبروں کے سینہ مبارک کے انوار کے حامل ہیں۔مختصراً ان کا ذکر فرمایا۔

1۔ لطیفۂ قلب یا قلبی

اس کا مقام بائیں پستان کے نشان سے بقدر دو انگل نیچے ہے۔اس لطیفے کے نور کا رنگ زرد ہے اور یہ لطیفۂ زیر قدم ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہے۔اس کے سالک کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔

2۔ لطیفۂ روح یا روحی

اس کا مقام دائیں پستان کے نشان سے بقدر دو انگل نیچے ہے۔اس لطیفے کے نور کا رنگ سرخ ہے اور یہ زیرقدم حضرت نوح علیہ السلام ہے۔اس کے سالک کو نوحی المشرب کہتے ہیں۔

3۔ لطیفۂ سِری یا سِرّ

اس کا مقام وسط سینہ سے قلب کی جانب بائیں پستان کے نشان سے دو انگل اوپر ہے۔اس لطیفۂ کا رنگ سیاہ ہے اور یہ زیرقدم حضرت موسیٰ علیہ السلام ہے۔اس کے سالک کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔

4۔ لطیفۂ خفی

اس کا مقام وسط سینہ سے روح کی جانب دائیں پستان سے دو انگل اوپر ہے۔اس لطیفۂ کا رنگ سفید ہے اور یہ لطیفۂ زیرقدم عیسیٰ علیہ السلام ہے۔اس کے سالک کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔

5۔ لطیفۂ اخفیٰ

اس کا مقام لطائف سِرّ وخفی کے مابین سینہ کے اوپر ہے۔اس لطیفے کے نور کا رنگ سبز ہے اور یہ زیرقدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔اس کے سالک کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔

فرمایا:ایک سالک ''سیر الی اللہ'' اور ''سیر فی اللہ'' کے منازل میں ان سب لطائف کی سیر کرتا ہے لیکن جب وہ ''سیر الی اللہ'' اور ''سیر فی اللہ'' کے بعد ''سیر من اللہ'' کے مقام پر پہنچتا ہے اور لطائف خمسہ کا تعلق وتعشق اس کے عناصرِ خلق (آگ، ہوا، مٹی اور پانی) سے ہوجاتا ہے اور اس طرح جسم انسانی جو ظرف کی مثال ہے ایک لطیفہ بن جاتا ہے اور اس قالب سے ذکر جاری ہوجاتا ہے۔

فرمایا: جس لطیفے پر سالک کو حصولِ فنائیت ہو جاتی ہے تو وہ اس کا مشرب ہو جاتا ہے۔ مثلاً آدمی المشرب، موسوی المشرب وغیرہ۔ ان حقائق کی روشنی میں جناب غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا یہ شعر سمجھنا چاہیے۔ وہ محمدی المشرب تھے:

وَكُلُّ وَلِيِّ لَهٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ عَلٰى قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْرِ الْكَمَالِ (قصیدہ غوثیہ شریف)

''اور قرب الٰہی میں ہر ولی اور صاحب قرب کا اپنا درجہ اور قدم جداگانہ ہے مگر میں اپنے جدّ بزرگوار کے قدم اور اس کے رتبہ کے ظل میں ہوں''

فرمایا: ان مختلف لطائف کے انوار میں اختلاف ہے۔ مگر اس طرف توجہ نہیں دینی چاہیے کیونکہ مقصود ذکرِ مدام کامل کا پیدا ہونا چاہیے۔

فرمایا: ان پانچ لطائف (امر) کے علاوہ چار اور لطائف بھی ہیں جو عالمِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ ہیں آگ، ہوا، پانی اور خاک۔ دسواں لطیفہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے جو لطیفۂ نفس کہلاتا ہے۔ اس کا مقام وسط پیشانی ہے۔ ان کے بعد تمام قالب لطیفۂ ہو جاتا ہے۔

تصّوف یا طریقت

اعلیٰ حضرتؒ نے یہ مضمون تحریر شدہ عطا فرمایا جو درج ذیل ہے:

''وحدہ لاشریک ذات، بالاتر از وہم وگمان وخیال نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی ذات کی طرف متوجہ کیا اور رجوع کو اسباب پر لاحق کر دیا۔ انسانوں کو معرفت پیدا کرنے اور ذات میں ملانے کے لئے انسان ہی کو مقرر کیا۔ جو مخلوق سے بہتر بلکہ فوق الحیثیت وجود کو انسانی لباس میں پیدا کر کے انسانوں میں داخل کر دیا۔

حضور اکرم محمدﷺ جنہوں نے انسانوں کو خدا سے ملایا اور اس کی معرفت سے اور ضیائے ربانی سے لوگوں کو مالا مال کیا۔ جو انسان تھے مگر ان کا باطن انسانیت سے زیادہ بالاتر ہستی سے پیوست اور مستغرق تھا۔ ان کی حرکات وسکنات سب زیست حقیقتِ علوی پر یعنی خدا ہی کے ساتھ تھی۔ جس طرح قطرہ دریا میں دریا سے واثق رہتا ہے اس طرح یہ سمندر، نور اور عشق بے پایاں صورت پر ظاہر ہوا اور بے حد وشمار مچھلیاں اس میں رہنے سہنے والی پیدا ہوئیں جن کی زیست یہی چیز تھی۔

مرورِ ایام کے بعد بشریت جو مخلوق کا لباس تھا اس پر عوارضات نے اثر کیا۔ عرصہ مناسب میں اس کی اصلاح کے بعد اس کا نظم ونسق بھی بشری سیاست اور انسانی حیات کے اسباب میں طے ہوا اور جہان میں سب بشر اللہ کا نام پکارنے

والے ہو گئے ۔مگر حقیقی نور حقیقت کے ساتھ جو انسانی بشریت کا وجود تھا وہ بھی نمایاں ہوا۔حتیٰ کہ جس طرح کہ خود انسان بشریت اور ملکیت کا مجموعہ ہے اسی طرح عالم دنیا خود بھی سامان اور نظام بشریت کا مالک اور حقیقی نور ذاتی کا مالک ہوا۔ دنیا عالم اسباب میں ہر شے جس طرح اسباب سے آتی ہے اور اسباب سے جاتی ہے اسی طرح انقضائے وقت پر ایک تغیر عام جو اس عالمِ دنیا کا لازمہ ہے، پیدا ہوا تو یہ گروہِ پاکان جن کی زندگی حقیقتِ الٰہی سے پیوست تھی اس کے دو گروہ ہو گئے۔

پہلا گروہ اس نظامِ انسانی کی ترتیب و تنظیم میں مصروف ہوا۔ جس کی تفصیل و تشریح تواریخ کی کتابوں میں درج ہے جو خلافت، امارت وغیرہ، وغیرہ کے ماجرا میں مشغول رہے۔ دوسرا گروہ کثیر جو اسی کیفیت کا مالک تھا جس کا ذکر صدر مضمون میں ہوا وہ اسی حقیقت پر قائم رہے۔ مگر پہلے گروہ میں ایسے واقعات پیدا ہوئے جنہوں نے اس گروہ عظیم کو بھی تقسیم کر دیا اور اپنے سے ملایا۔ وہی لوگ دنیا میں باقی رہے جو اس تاریخی دنیا سے دور تھے اور اسی دولت لازوال کی حفاظت میں مصروف رہے۔ یہ چیز جس سے یہ لوگ بظاہر انسان ہی تھے مگر حقیقت میں یہ اسی حقیقی نور کے جزو تھے۔ جس کا تعلق ذات سے ہے۔ان کی یہ حقیقت معنوی خاص رسولِ خدا ﷺ سے اصحابِ کبار میں پہونچی۔ جو سینہ بہ سینہ آگے جاری رہی۔ یہ وہ گروہ تھا جو ہمہ تن ذات الٰہی میں مستغرق اور محو تھا۔ دنیا و مافیھا سے ان کا تعلق نہ تھا۔ان کی زندگی ملائکہ کی طرح گزرتی تھی اور بشریت کے قویٰ اور بشریت کے خواص سب مفقود تھے۔ان کا لباس،ان کی زندگی اسلامی دنیا میں خدا کے حقیقی معارف کے نور کی لیمپ تھی۔ جس کی روشنی میں خدا سے ملنے والے خدا سے ملنے کی مراد حاصل کرتے تھے۔ یہ گروہ عموماً لباس پشم کا پہنتے تھے۔ جس کو عربی میں ''صوف'' کہتے ہیں۔ آہستہ آہستہ صوف والے یہ لوگ صوفی مشہور ہوئے۔ یہی ایک گروہ دنیا میں رہا جس نے انسان کو نفسانیت و بشریت پر غلبہ حاصل کرنے اور ملکیت اور نوری زندگی کو غالب کرنے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ یہی گروہ حقیقی مسلمانوں میں پھیل گیا اور یہ کام کثرت سے جاری ہوا۔

یہ کاروائی طریقت بھی مشہور ہوئی اور اس میں داخل ہونے والے صوفی اور داخل ہونا منسلک قرار پایا۔ یہاں سے سلوک کا طریقہ جاری ہوا۔ یہی طریقت ہے جس کو افضل البشر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اور دوسرے خلفاء اصحاب رضوان اللہ علیھم اجمعین نے حضور سرور کائنات ﷺ سے حاصل کی اور سینہ بہ سینہ متذکرہ بالا گروہ میں چلی آئی۔ یہی وہ طریقت ہے جس کے ذریعہ سے مومن، مومن حقیقی ہوئے اور اسی کے ذریعہ سے حقیقی ایمان کی دولت سے خواص کے دل مالا مال ہوئے۔ یہی وہ فرض ہے جس کے بعد دوسرے تمام فرائض اور احکام درجۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

غوث الامت حضرت باباجی خواجہ محمد قاسمؒ

موہڑہ شریف پہلے زمانے میں بالکل گھنے جنگل کا علاقہ تھا۔ 1870ء میں جب باباجیؒ بحکم شیخ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نظام الدینؒ کیّاں شریف یہاں تشریف لائے تو کوئی آبادی نہیں تھی۔ وہ اوائل جوانی میں پہلوانی کا شوق

رکھتے تھے۔ انہی ایام مس ان کی ملاقات ایک بزرگ شخص سے ہوئی جنہوں نے انہیں پہلوانی چھوڑ کر دینی تعلیم کی تکمیل کے لئے کہا۔

کچھ دنوں کے بعد باباجیؒ پھر پہلوانی میں مشغول تھے تو وہ شخص نمودار ہوئے اور کہا کہ اس کام کو چھوڑ کر اپنی تعلیم کی تکمیل کرو اور مالک کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تم سے بہت بڑا کام لینے والا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلوانی چھوڑ دی اور ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول ہو گئے۔ یہاں تک کہ دہلی جا کر دستار فضیلت حاصل کی اور شرفِ بیعت حاصل کرنے کے لئے کہّیاں شریف (ریاست کشمیر) قبلۂ عالم حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ وہ فقید المثال ولی اللہ تھے۔ انہوں نے گوہرِ بے بہا کو اپنی نوازشات سے نوازا اور ارشاد فرمایا کہ مسیاڑی کے اس موجودہ مقام (موہڑہ شریف) پر قیام کریں اور مخلوق خدا کو خدا سے ملائیں۔ چنانچہ ماسوائے ان اوقات کے جب وہ کہّیاں شریف زیارت کے لئے تشریف لے جاتے بقیہ زندگی تقریباً 73 سال اسی مقام پر گزار دی اور کم و بیش 14 لاکھ انسانوں کو ان سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔

دو سکھ مسافر

فرمایا: ایک مرتبہ دہلی سے راولپنڈی کے لئے بذریعہ فرنٹیئر میل گاڑی سفر کیا۔ یہ رات کو دس بجے کے قریب وہاں سے روانہ ہوتی تھی۔ سردیوں کی رات تھی۔ روانگی سے تھوڑی دیر پہلے دو سکھ مسافر سیکنڈ کلاس کے ڈبے میں ہمارے ساتھ سوار ہوئے اور فرش پر بیٹھ گئے۔ میں نے انہیں اپنی سیٹ پر بیٹھ جانے کو کہا۔ دونوں بیک زبان بولے مہاراج! کیا فرق پڑتا ہے نیچے بیٹھیں یا سیٹ پر، جانا تو امرتسر ہی ہے۔ جہاں ہمارا اپنا گھر ہے وہیں آرام کر لیں گے۔ یہ سفر تو گزر ہی جانا ہے۔ انجام بخیر ہو تو یہ کوفت کوئی معنی نہیں رکھتی۔ ان کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی کیونکہ انسانی زندگی بھی ایک سفر ہے جس کا یہی حال ہے۔ حقیقی مدعا یہی ہونا چاہیے کہ انجام بخیر ہو۔

نوری حقیقت

حضورؒ نے ایک نقشہ بنا کر فرمایا کہ آسمان اور عرش بریں بہت اوپر ہیں اور زمین بہت نیچے ہے۔ زمین بہت حقیر اور چھوٹی چیز ہے۔ عرش پر اللہ تعالیٰ کا نور ہے۔ زمین سے عرش کا فرق اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمین کے ہزار سال عرش پر ایک دن اور اس سے اوپر عالمِ امر میں زمین کے پچاس ہزار سال وہاں کے ایک دن کے برابر ہیں۔ معلوم ہوا کہ دنیا کی زندگی کی کتنی کم حقیقت ہے۔ زمین پر رہنے والے عرش سے بہت دور ہیں اور نور سے بہت دور ہیں۔ صرف ایسا شخص جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہو جاتا ہے وہ زمین و آسمان کی حدود سے نکل کر عرش پر پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا نور اس شخص پر برسنے لگتا ہے۔

ایسا شخص دراصل پھر عام انسان نہیں رہتا۔ گو وہ خاکی پتلا ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ نوری ہستی ہو جاتا ہے اور اس کی زندگی کبھی عرش بریں پر اور کبھی اس زمین پر اور اسی دنیا میں گزرتی ہے۔ یہ رسولِ پاکﷺ کی سنت ہے۔ جیسے ایک شخص کمشنر ہے لیکن اس وقت تک ہی جب تک وہ دفتر میں کام کرتا ہے اور جب وہ اپنے بال بچوں کے پاس گھر آتا ہے تو وہاں اس کی کیفیت اور ہو جاتی ہے وہاں کمشنر نہیں ہوتا۔ بس یہی حال اس شخص کا ہو جاتا ہے جو اللہ کا ہو جاتا ہے۔ کبھی زمین پر اور کبھی عرش پر۔ ایسے شخص کو جب اللہ تعالیٰ عزت تکوین بخشتا ہے اور اسرار قبض و شرح سے سرفراز فرماتا ہے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے اس شعر کا مطلب اس پر واضح ہوتا ہے۔

وَلَو اَلْقَيْتُ سِرِّی فَوْقَ مَيِّتٍ لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰی تَعَالٖ (قصیدہ غوثیہ شریف)

''اگر میں اپنے بھید کو مردہ تن یا مردہ دلوں پر ڈالوں تو وہ بلاشبہ رب العزت کی قدرت سے زندہ کھڑے ہو جائیں''

دین و دنیا

فرمایا: دراصل دین اور دنیا دو الگ چیزیں نہیں ہیں یہ ایک ہی ہیں۔ دین کی حیثیت ایک عمارتی نقشہ (Building Plan) کی ہے جس کے مطابق عمارت تعمیر کی جاتی ہے۔

طلبِ علم

فرمایا: ہم بہت خوش ہیں کہ احسن الدین طلبِ علم کے لئے ڈھاکہ سے موہڑہ شریف ایک طویل مسافت طے کر کے (کم از کم 1500 میل) پہنچا ہے۔ یہ وہ علم نہیں جو کتابی علم ہوتا ہے اور ہر جگہ کتاب سے پڑھا جا سکتا ہے ورنہ

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَو كَانَ بِالصِّيْنِ

''علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے''

نہ فرمایا جاتا۔ دراصل یہ علم، علم روحانی ہے۔ یہ کتابی علم نہیں بلکہ کوئی اَور علم ہے جو صرف زندہ ولی کے ساتھ تعلق پیدا کر کے حاصل ہو سکتا ہے۔ جس کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطْبًا وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَوْلَی الْمَوَالِ (قصیدہ غوثیہ شریف)

''میں نے علم ظاہری و باطنی کا درس یہاں تک لیا اور دیا کہ میں قطب ہو گیا اور اس درس و تدریس سے مجھ پر نیک بختی کا راز ظاہر ہو گیا اور میں رب العزت کی مدد سے منزلِ سعادت پا گیا''

یہ وہ علم ہے جو کتابوں میں نہیں ملتا۔ یہ وہ علم ہے جو انسان کو خدا سے ملا دے۔ لوگ حدیث، قرآن کریم اور وظائف پڑھتے رہتے ہیں۔ سالہا سال عبادت کرتے ہیں کہ وہ ولی اللہ بن جائیں لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی تمام عبادات اور ریاضت ولی اللہ بننے کی خواہش کے تابع ہوتی ہے۔ اصل عبادت وہی ہے جو محض اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کے عشق اور اس کی ملاقات کے فرطِ شوق میں کی جائے۔ ارشادِ حق تعالیٰ ہے۔

قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿الانعام:163﴾

''اے حبیبﷺ آپ کہہ دیں کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لئے ہے''

ذکر

فرمایا: ذکر کیا چیز ہے؟ تلاوت اور ذکر میں فرق ہے۔ وہ ذکر جو زبانی کیا جائے تلاوت ہے اور محض لفظ ہے اور **اَللَّفۡظُ مَا یُلۡفَظُ**: ''لفظ وہ چیز ہے جو باہر پھینکی جاتی ہے''

پھر فرمایا: **وَقَائِلُ ' اَیۡضًا یُلۡفَظُ**: ''لفظ کا کہنے والا بھی باہر پھینکا جاتا ہے''

مدعا یہ ہے کہ جو شخص محض لفظی کاروائی جانتا ہے وہ دربارِ خداوندی سے باہر پھینکا جاتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا: ذکر وہ چیز ہے جو زبان سے نہیں کیا جاتا۔ ذکر قلب یا جسم کے اعضاء سے بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اصلی ذکر وہ ہے کہ جب ذاکر ذکر کرے تو اس کی تمام ہستی مذکور میں پہنچ کر ختم ہو جائے۔

صحیح خیال

جب انسان کا خیال صحیح ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کی طرف مکمل طور پر روحاً وجسماً متوجہ ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے لیکن جب تک اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ کسی کو اپنا دوست بنائے۔ کوئی شخص اس کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔ قرآن پاک فرماتا ہے۔

یَھۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ﴿النور:35﴾

''اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے''

یَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُوالۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿آل عمران:74﴾

''وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے اور خدا بڑے فضل کا مالک ہے''

شیخ کامل کی بیعت

حضورؒ نے بتاریخ 22.11.51 بعد از اشراق مجھے یاد فرمایا۔ میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تو حضورؒ نے بکمال شفقت مجھے طریقت نسبت رسولی ﷺ میں بیعت فرمایا اور ارشاد فرمایا: ذکر، ریاضت، عبادت یہ سب پردے ہیں جو ذکر کرنے والے اور معبود حقیقی کے درمیان حائل ہیں۔ شیخ کامل کی توجہ اور تربیت سے پہلے فنافی الشیخ کا مقام ہے پھر فنافی الرسول ؐ کا مقام آتا ہے۔ پھر فنافی اللہ پھر بقاباللہ اور ان کے بعد فنافی الصفات اور بقا بالصفات نصیب ہوتے ہیں۔ اس کے بعد جسے مالک چاہے اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے مقرر فرماتا ہے۔ جیسے رسول اکرم ﷺ نے تبلیغ وارشاد میں تمام عمر گزار دی۔ حضور سرور کائنات ﷺ کی زندگی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ اور مشعل راہ ہے۔

پیر احسن الدین صاحب

فرمایا: احسن الدین پر میں بہت خوش ہوں۔ اللہ پاک نے اسے صحیح سمجھ عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف اسی کو اپنی طرف بلاتا ہے جس کو اس نے اپنے کام کے لئے مخصوص کیا ہو۔ ہیرے کی پہچان اور خرید جنگل یا پہاڑی علاقے میں نہیں ہوتی۔ بلکہ بڑے شہر جیسے کراچی، بمبئی وغیرہ میں قیمتی اور اچھی چیزیں دستیاب ہو جاتی ہیں۔ سبزی کے خریدار کو ہیرا نہیں پیش کیا جاتا۔ ہیرے کے خریدار کو ہی ہیرا دیا جاتا ہے۔ جسے وہ خوب جانتا اور پہچانتا ہے۔

حاجی سردار محمد سرفراز خاں صاحبؒ

حضور پیر صاحبؒ نے خلیفہ حاجی سردار محمد سرفراز خاں صاحب کا بڑی محبت سے ذکر فرمایا۔ ارشاد ہوا کہ وہ ہیرا آدمی ہے۔ اس کی قوم ڈھونڈ لوگ جو قریباً دو لاکھ کی تعداد میں ہیں۔ ایک وقت تھا جب انہیں پاگل سمجھتے تھے۔ وہ موہڑہ شریف میں تقریباً دس ماہ ہمارے پاس ٹھہرے۔ جب وہ موہڑہ شریف پہنچے تو وہ حالتِ جذب میں تھے۔ انہوں نے انگریزی سوٹ پہنا ہوا تھا۔ چند دنوں کے بعد ان کا سوٹ میلا ہو گیا اور انہیں کہا گیا کہ کپڑے صاف کر لینے چاہئیں۔ حاجی صاحب نے جا کر ندی میں سوٹ پہنے کھڑے ہو کر اسے دھویا اور چار پانچ گھنٹے کے بعد جب واپس آئے تو وہی سوٹ پہنا ہوا تھا بالکل گیلا بلکہ صابن بھی اس پر لگا ہوا تھا۔ حضورؒ کو جب اطلاع ملی تو حضورؒ نے حاجی صاحب کو کپڑے بدلنے کا حکم دیا اور اپنے ذاتی کپڑے پہننے کو عطا فرمائے۔ اس دن سے حاجی صاحب نے پھر وہی لباس ہمیشہ کے لئے اپنا لیا۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ بفضلہٖ تعالیٰ وہی ڈھونڈ قوم حاجی سردار محمد سرفراز خاں صاحب کی اتنی عزت کرتی ہے کہ جس زمین پر وہ قدم رکھتے ہیں اس زمین کو وہ چومتے ہیں۔ اللہ پاک کی شان ہے جس کو چاہے عزت فرمادے۔

عالم روحانی

فرمایا: پہلے عالمِ جسمانی ہے پھر عالمِ روحانی اور پھر عالمِ نوری۔ جب کوئی شخص اخلاص کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کے عشق میں تلاشِ حق کے لئے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے کرمِ خاص سے ایسے شخص کی کوشش میں برکت عطا فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط ﴿العنکبوت :49﴾

''اور جب کوئی شخص ہماری طرف آنے کی جدوجہد کرتا ہے تو ہم اپنے کرم سے اپنے راستے اس پر کھول دیتے ہیں''

ایسا شخص جو سالک کہلاتا ہے بفضلہٖ تعالیٰ عالمِ جسمانی سے عالمِ روحانی میں داخل کرلیا جاتا ہے۔

موہڑہ شریف

ارشادفرمایا کہ موہڑہ شریف دورافتادہ جگہ ہے اور یہاں پہنچنا تکلیف دِہ بھی ہے۔ بذاتِ خود شاید میں یہاں قیام نہ کرتا لیکن باباجیؒ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم کے تابع موہڑہ شریف میں مقیم ہوں۔

فرمایا: جو لوگ موہڑہ شریف میں آتے ہیں اگر ان کا خیال تلاشِ حق ہے تو ان کی ہر حرکت ان کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، آرام واستراحت سب عبادت ہیں۔

ولی اللہ کون ہوتا ہے؟

فرمایا: اگر کسی بڑے زمیندار کا کوئی نوکر اس کے مال مویشی اور اس کے گھر بار کی خوب خدمت کرتا ہے، اس کی زمینوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تو پھر وہ زمیندار اس نوکر پر خوش ہو جاتا ہے اور اسے اپنے گھر بار کی چابیاں اس کے حوالے کر دیتا ہے۔ اسی طرح جو کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی طرف بےلوث طریقے پر متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اپنا ولی اور مختار بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دوست کبھی کسی سے مغلوب نہیں ہوتا۔

حضرت غوث الامتؒ کا وصال

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشادفرمایا کہ باباجیؒ جب تک زندہ رہے وہ ماسوائے کہّیاں شریف جانے کے موہڑہ شریف سے باہر نہیں گئے اور یہیں اللہ کی یاد اور عشق میں اپنی تمام زندگی گزار دی۔ ستر سال سے اوپر یہاں قیام

رہا۔ ان کے وصال کے موقع پر عجیب وغریب واقعہ ہوا۔ دن کے وقت جب باباجیؒ دربار شریف میں زائرین سے ملاقات کررہے تھے تو ایک بزرگ بارعب شخص بغیر اجازت وہاں سیدھا چلا آیا اور کہا کہ مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ آج رات دس بجے ہمارے پاس چلے آئیں۔ آپ کا مزار فلاں جگہ موہڑہ شریف میں ہوگا (جہاں اس وقت واقعہ ہے) اور آپ کے وصال کے بعد پیر نظیر احمد سجادہ نشین ہوں گے۔

یہ کہہ کر وہ شخص دربار شریف سے چلا گیا۔ حاضرین مجلس میں کچھ لوگ بہت برہم ہوئے اور اس کے پیچھے بھاگے۔ لیکن وہ شخص جنگل میں غائب ہوگیا۔ عین رات کے دس بجے باباجیؒ جو بظاہر اچھی صحت میں تھے ان کا وصال ہو گیا اور ان کا مزار وہیں بنایا گیا جہاں کا حکم ہوا تھا۔

بیگم احسن الدین کی بیعت

حضورؒ کی خدمت میں میں نے عرض کیا کہ میری بیوی کو حضور خود بیعت فرمائیں۔ حضور نے اپنی ہزار دانے کی تسبیح کا ایک حصہ خود پکڑا اور دوسرا میری بیوی نے اور حضورؒ نے بیعت فرمایا۔

دنیاوی تکلیفات

حضورؒ نے فرمایا کہ دنیا کی تکالیف کوئی خاص توجہ طلب نہیں ہونی چاہیے۔ دراصل یہاں کی تکلیف بہت اچھی بات ہے کہ زندگی ہر لحظہ اللہ پاک کی یاد میں کٹنی چاہیے۔ اس صورت میں دنیا کی تکلیف، تکلیف نہیں رہتی اور یہاں کی خوشی، خوشی نہیں رہتی۔ اصلی مقام تو ذاتِ باری تعالیٰ کا قرب ہے اور وہی اصل مقصود ہے اور ہونا چاہیے۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ کہیّاں شریف

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ میں نے ایک سال سارے ہندوستان کا دورہ کیا تھا اور تمام زندہ اور وفات شدہ اولیاء اللہ (جو ملنے یا زیارت کے قابل تھے) وہاں گیا اور دو دو تین تین دن سب جگہ چلےّ کاٹے اور بفضلہٖ تعالیٰ میں نے سب کو بغور اندر باہر سے دیکھا۔ لیکن حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت نظام الدین قبلۂ عالمؒ دربار کہیّاں شریف جیسا بزرگ اور خدارسیدہ شخص میں نے کہیں نہیں دیکھا۔

موہڑہ شریف

میرے ایک سوال پر حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ آپ کو کسی قبر یا کسی شخص کے پاس اب نہیں جانا چاہیے۔ موہڑہ شریف کے علاوہ اب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہی دنیا میں وہ مقامات ہیں جہاں ضرور جانا چاہیے اگر انسان جاسکے۔

جسم وروح

حضورؒ نے فرمایا کہ آدم کی تخلیق چار عناصر سے ہوئی۔ مٹی، ہوا، پانی اور آگ۔ لیکن یہ سفلی چیزیں ہیں۔ روح جو نورانی چیز ہے اور عالمِ امر سے ہے اللہ پاک کے حکم سے آدم میں پھونکی گئی اور اس کے امتزاج سے آدم کی پرورش مکمل ہوئی۔ جس طرح سفلی اجزاء کی صحت اور پرورش کے لئے خوراک لازمی ہے اسی طرح روح کی افزائش اور پرورش کے لئے اللہ پاک کی محبت اور اس کا ذکر لازمی ہے۔ ایک انسان کس طرح اللہ پاک کی طرف ہر لمحہ اور ہر سانس سے متوجہ ہوسکتا ہے اور حیات ابدی حاصل کرسکتا ہے۔ یہ سبق حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰﷺ نے دنیا کو سکھایا اور اللہ سے ملنے کا رستہ بھی دکھایا۔

دعاء ذریعہ کامیابی

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ دعا سے کامیابی حاصل کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کے اسباب اختیار کر کے عملی طور پر کوشش کی جائے لیکن یہ سلسلہ اسباب اور کوشش اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب باعثِ حقیقی کو کسی کام کے انجام دینے کا ارادہ ہو۔ اگر مالک توفیق عطا فرمائے تو صحیح اسباب پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور کوشش درست چلتی ہے اور ہر کام پر کامیابی نمایاں ہونے لگتی ہے لیکن اگر مالک کی طرف سے منظور نہیں ہے تو اسباب وغیرہ غلط ہو جاتے ہیں اور دقتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور مانعات غالب آ جاتی ہیں۔

توکّل

ارشاد فرمایا کہ دعا کا مسئلہ سمجھنے کے لئے توکلّ کی اصلیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ توکّل کی حقیقت یہ ہے کہ انسان خداوند کریم کا محتاج ہے اور اس کو پوری طرح یقین ہے کہ کسی کام کا انجام کو پہنچانا یا ہونا مالک الملک کے ارادہ پر منحصر ہے۔ جب ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن اور ہمہ وجوہ متوجہ ہو جاتا ہے تو خداوند کریم خلاّقِ عظیم کو وہ کام منظور ہو جاتا ہے اور اس کے اسباب آسان ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور مالک کی طرف سے ایسے شخص کو کامیابی عطا ہوتی ہے لیکن اگر کوئی شخص صرف اسباب کی طرف نظر رکھے اور اس کو اپنی کوشش اور ہمت کا نتیجہ سمجھے تو مشیئت ایزدی ایسے شخص کے خلاف ہو جاتی ہے اور اسباب بگڑ جاتے ہیں اور کامیابی نہیں ہوسکتی۔

گورنر پیئرز (Pears)

ان ایام میں کچھ خبیث باطن لوگوں نے صوبہ سرحد کے گورنر پیئرز کو اس بات پر اُکسایا کہ حضرت پیر صاحبؒ ریاست میں اسلامی نظام زندگی قائم کرنا چاہتے ہیں اور ایسی ریاست منظّم کر رہے ہیں جو انگریزوں کے لئے خطرناک

ثابت ہوگی۔ چنانچہ پیئرز نے حضور کونتھیا گلی بلا بھیجا اور وہاں ایک اعلیٰ دعوت میں شریک ہونے کو کہا۔حضور کو اس کا بلاوا شیطانی مکر نظر آیا اور انہوں نے معذرت کر دی۔ جس سے پیئرز سخت سیخ پا ہوا۔ کچھ وقت کے بعد جب حضور موہڑہ شریف سے ایبٹ آباد براستہ نتھیا گلی تشریف لے جارہے تھے تو گورنر کی کوٹھی کے سامنے سے گزرتے وقت اس کے عملہ سے معلوم کیا تو وہ موجود تھا۔حضورؒ نے ملنے کی خواہش کی۔ کچھ پس وپیش کے بعد اس نے گورنمنٹ ہاؤس میں بلایا۔ بوقتِ ملاقات پیئرز نے حضرت پیر صاحب سے کہا کہ آپ یاغستان کی حکومت چھوڑ دیں۔حضور نے انکار کیا تو پیئرز نے بڑے زور سے زمین پر پاؤں مارا اور کہا کہ انگریزوں کی اس قدر طاقت ہے کہ وہ تمام عالم اسلام کو تباہ کر سکتے ہیں اور آپ کے موہڑہ شریف کی حیثیت کیا ہے ہم آناً فاناً اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں۔

حضرت پیر صاحبؒ کو بھی غصہ آ گیا اور انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انگریز نہ تو اسلام کا اور نہ ہی موہڑہ شریف کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور یہ کہہ کر حضور غصّے کی حالت میں گورنمنٹ ہاؤس سے باہر نکل آئے اور ایبٹ آباد کی سڑک پر گھوڑوں پر سوار بمع ہمراہیوں کے روانہ ہو گئے۔ راستے میں جاتے جاتے ایک مقام پر حضور نے (Cable Car) لوہے کے تار پر بار برداری کے چھکڑے ہوا میں چلتے دیکھے جن پر لکڑی کے بڑے بڑے شہتیر (Logs) اوپر اٹھائے جارہے تھے۔ایک شخص نے کہا کہ اگر یہ چھکڑا ٹوٹ کر نیچے گر جائے تو کتنا اچھا تماشا ہو۔تھوڑی دیر بعد دفعتاً ایک چھکڑا لوہے کی تار ٹوٹنے سے نیچے کھڈ میں جا گرا اور عظیم الشان کہرام مچ گیا۔حضرت پیر صاحبؒ جو گھوڑے پر سوار اور اپنے خیالات میں غلطان تھے فوراً گھوڑے سے زمین پر اتر آئے اور اللہ پاک سے دعا کی کہ یا رب العالمین آپ جانتے ہیں کہ ایک ظالم انگریز پیئرز ہم پر بلاوجہ ظلم کرنا چاہتا ہے۔جس طرح ایک شخص کی معمولی سی خواہش کو آپ نے منظور کیا ہے اے مالک الملک مجھے پیئرز کے ظلم سے بچا اور محفوظ فرما دے۔ یہ دعا کرنے کے بعد حضرت پیر صاحبؒ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ دھمتوڑ پہنچے جہاں ایبٹ آباد جانے کا راستہ پر پھاٹک (Barrier) لگا ہوا تھا۔ وہاں حضرت پیر صاحبؒ کے سینکڑوں عقیدت مند موجود تھے۔عصر کے بعد کا وقت تھا۔ وہاں نماز عصر ادا کی گئی اور علیحدہ بیٹھ کر یادِ خدا میں وقت گزارنا شروع کیا۔صبح سحری کے وقت دو آدمی ایبٹ آباد سے آئے اور ملاقات کے لئے اصرار کیا۔ جب ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ گورنر پیئرز مر گیا ہے۔حضرت پیر صاحبؒ نے اس معاملہ کی تفتیش کے لئے اپنا ایک خاص آدمی ایبٹ آباد بھیجا جو تفتیش کر کے واپس آیا کہ واقعی پیئرز مر گیا ہے۔

گورنر پیئرز کی موت

حضورؒ نے فرمایا کہ گورنمنٹ ہاؤس نتھیا گلی کے عملہ کے چند لوگ حضورؒ کے مرید تھے۔انہوں نے بعد میں بتایا کہ اس روز جب حضرت پیر صاحبؒ وہاں سے رخصت ہو کر چلے آئے تو گورنر بمع لیڈی صاحبہ کے چار بجے چائے پی

کر سیر کے لئے نکلے۔ دس بارہ گارڈ کے آدمی بھی ساتھ تھے اور دو کتے بھی تھے۔ نتھیا گلی میں لنگور بہت ہوتے ہیں۔ چلتے چلتے سڑک کے کنارے پر ایک جھاڑی پر ایک بڑا خوبصورت پھول تھا۔ گورنر پیئرزا سے توڑنے کے لئے آگے کو جھکا۔ خود بھی بھاری بھرکم تھا کہ اتنے میں اس کے دونوں کتے ایک لنگور کے تعاقب میں دوڑتے ہوئے آئے اور گورنر سے ٹکرائے جس سے پیئرز لڑھک گیا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ نیچے گہرا کھڈ تھا۔ وہ پتھروں پر سے لڑھکتا ہوا کھڈ میں جا گرا اور اس کی ہڈی پسلی قیمہ کی طرح چکنا چور ہوگئی اور بڑی مشکل سے اس کی لاش کو سڑک پر لایا گیا۔ اس ظالم کا یہ حشر ہوا۔

یاغستان کی بادشاہت

چونکہ ان دنوں حضورؒ کے خلاف صوبہ سرحد کے بعض انگریز حکامِ اعلیٰ اور ان کے حواری بھی اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح حضورؒ کو یاغستان کی بادشاہت سے باز رکھا جائے اور اس لئے بہت سی سازشیں کرتے تھے۔ اس لئے حضورؒ کے دل میں انگریزوں کے متعلق نفرت کا احساس بڑھنا شروع ہو گیا حالانکہ یاغستان کی بادشاہت کے لئے وائسرائے ہند اور اعلیٰ انگریز پولیٹیکل آفیسرز نے اور قبائل پاکستان کے جرگوں نے حضرت باباجیؒ کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ وہ حضرت **پیر نظیر احمدؒ** کو یاغستان کی بادشاہت کی اجازت دیں۔ حضورؒ نے تھوڑے ہی عرصہ میں لوگوں کو اپنے روحانی تصرف اور اعلیٰ ذاتی مثال سے گرویدہ کر لیا تھا اور قریباً ایک لاکھ رائفلوں والی جاں نثار فوج حضورؒ کے ماتحت تیار ہو گئی تھی اور تمام چھوٹے اور بڑے شہروں میں تجارتی مراکز قائم کئے گئے اور تجارت کو زبردست فروغ دیا اور حکومت کے خزانے میں بے شمار ایزادی ہونے لگی۔ اسلامی نظامِ تعلیم رائج کیا اور لوگوں میں اسلامی اتحاد اور جذبہ جہاد کو ابھارا۔ ان تمام باتوں کے باعث انگریزوں کو سخت خدشہ پیدا ہو گیا اور سازشیں شروع کر دیں اور چند نجی حالات بھی ایسے پیدا ہو گئے کہ حضور نے یہ بادشاہت از خود ترک کر دی اور واپس موہڑہ شریف میں قیام اختیار کیا۔

سرہند شریف کی حاضری

فرمایا: موہڑہ شریف کے قیام کے دوران چند ایسے واقعات رونما ہوئے کہ طبیعت منغض ہوگئی اور ارادہ کیا کہ سرہند شریف بغیر کسی کو اطلاع دیے چلا جاؤں اور اپنے آپ کو چھپا کر بقیہ زندگی وہیں گزار دوں۔ چنانچہ چند خادم ساتھ لے کر وہاں چلے گئے اور وہاں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار شریف کی جاروب کشی شروع کر دی۔ ایک روز خادم نے مزار شریف کے خادم سے جھاڑو مانگا تو اس نے کہا کہ یہ تمہاری داڑھی بھی تو جھاڑو ہے۔ حضرت پیر صاحبؒ کو خود معلوم ہوا تو اپنے خادم کو ساتھ لے کر خود مزار شریف کی صفائی شروع کر دی اور یہ سلسلہ روزانہ جاری رکھا۔ کئی روز ہو گئے اور کپڑے بھی کافی میلے ہو گئے تھے کہ ایک دن وہاں کے متولّی صاحب کی بیٹی کی وفات کی وجہ سے بہت

لوگ جمع تھے جن میں مالیر کوٹلہ کے نواب صاحب کے ایک وزیر بھی تھے۔ انہوں نے حضرت پیر صاحبؒ کو پہچان لیا اور فوراً جا کر متولی صاحب کو اطلاع دی۔ پتہ لگنے پر متولی صاحب فوراً حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی لاعلمی کیلئے معذرت کی اور اصرار کر کے خصوصی مہمان خانے میں لے گئے۔ لیکن حضور پیر صاحبؒ کی طبیعت پر کچھ ایسی کیفیت طاری تھی کہ اپنا سامان وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر نصف شب کے وقت اکیلے ہی جنگل کی طرف پیدل روانہ ہو گئے۔ جنگل خاردار تھا اور حضورؒ کے پاؤں بھی خون آلودہ ہو گئے لیکن حضورؒ چلتے گئے۔ اندھیرے میں ایک ریل گاڑی جنگل میں ریل کی پٹڑی پر کھڑی دیکھی اس پر سکھ سوار تھے اور مزید سوار ہو رہے تھے۔ دریافت کرنے پر کسی نے بتایا کہ سکھوں کا تہوار ہے۔ یہ یہاں سے لاہور جائے گی۔ حضورؒ کو لاہور جانے کا خیال آیا مگر نہ ہی ٹکٹ اور نہ ہی خریدنے کے لئے روپیہ۔ اسی وقت ایک شخص آیا اور لاہور کا ٹکٹ اور مبلغ دس روپے پیش کر کے کہنے لگا کہ جلد سوار ہو جایئے کیونکہ گاڑی روانہ ہونے والی ہے۔ چنانچہ سوار ہوتے ہی گاڑی روانہ ہو گئی۔ لاہور پہنچ کر صوفی عبدالقادر صاحب کے ہاں تشریف لے گئے۔ غسل کیا اور ظہر کی نماز ادا کی۔ پھر دعاؤں کی کتاب حصن حصین جو وہاں کمرے میں موجود تھی، پڑھ ڈالی۔ اس کے بعد حضورؒ سو گئے۔ خواب میں تین دفعہ ایک آواز آئی کہ ''حضرت شیر شاہ غازیؒ نے انگریز حکومت کو فنا کر دیا''۔ یہ 1936ء کا واقعہ ہے۔ حضورؒ نے یہ خواب اور اس کا وقت، دن اور سال نوٹ کر لئے۔

بادشاہت یا فقیری

ارشاد فرمایا کہ یاغستان کی بادشاہت کے دوران ایک دفعہ وہ موہڑہ شریف آئے ہوئے تھے کہ ایک خواب دیکھا۔ خواب میں حضورؒ نے ایک شاندار مسجد دیکھی جو حضورؒ نے بنوائی تھی لیکن اس مسجد کے اوپر حضورؒ نے ایک شاندار مہمان خانہ تعمیر کروایا تا کہ بڑے لوگ وہاں قیام کریں۔ جب بیدار ہوئے تو حضورؒ کی طبیعت پریشان ہو گئی کہ اس کی تعبیر تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضورؒ نے دین کو دنیا کا تابع کر دیا ہے۔ جب یاغستان تشریف لے گئے تو یہ خیال حضورؒ کے دل میں جاگزیں تھا کہ جب حضور سرور کائناتﷺ اور خلفائے راشدہ نے دین اور دنیا کی دونوں بادشاہتیں کیں تو کیا ایسا کرنا ٹھیک نہیں ہوگا؟ وہ رات کو جنگل میں نکل جاتے اور خدا کی یاد میں وقت گزارتے۔ ایک رات ان کی ملاقات ایک درویش سے ہوئی جو اپنے ذکر میں مشغول تھا۔ جس سے حضورؒ نے پوچھا کیا بادشاہت اچھی ہے یا فقیری؟ تو اس درویش نے جواب دیا کہ فقیری اچھی ہے جے کڈاں ڈھی ونجے (فقیری اچھی ہے اگر حاصل ہو جائے)۔ اور کہا کہ آپ نے پڑھا ہے کہ جب قلم الٰہی نے جو کچھ لوح محفوظ پر لکھنا تھا بحکم الٰہی لکھ دیا تو قلم خشک ہو گیا لیکن میں کو قسم ہے خدا دی جے کڈاں فقیر ہووِن قلم کون ڈہ واری آکھسی ڈہ واری لکھسی (مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اگر اس قلم کو فقیر دس بار کہے تو دس بار ہی لکھے گی)۔ اس جواب سے حضورؒ کی طبیعت پر گہرا اثر ہوا۔

اپنے شیخ سے محبت اور عشق

ایک روز ارشاد فرمایا کہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ نظام الدینؒ کہیاں شریف بہت ہی عظیم شخصیت تھے۔ یہ حضرت پیر صاحب (والدم) کے پیرو مرشد تھے۔ جن سے حضورؒ کو بے حساب روحانی فیض حاصل ہوئے۔ فرمایا کہ ان کو صرف ایک بار دیکھا لیکن ان کا تصور اور خیال حضورؒ کے دل میں ایسا جاگزیں ہوا کہ جب حضورؒ کسی شخص کو بیعت فرماتے تو انہیں یہ محسوس ہوتا کہ جیسے حضرت نظام الدینؒ خود اس شخص کو بیعت فرما رہے ہیں۔

مرشد کا ادب

پھر ارشاد فرمایا کہ حضور باباجیؒ کو انہوں نے محض اپنا والد ہی نہیں بلکہ ایک نہایت ہی بلند مرتبہ ہستی اور اپنا مرشدِ تربیتی سمجھا اور ان کے بلانے کے بغیر کبھی ان کی خدمت میں آپ خود نہیں گئے اور جو کچھ باباجیؒ نے پوچھا بس اتنی ہی بات کی اور زیادہ کبھی بات نہیں کی۔ یہ محض پاسِ ادب تھا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اپنے پیرو مرشد سے محبت اور عشق مدارجِ سلوک میں ترقی کا بہترین ذریعہ ہے۔

مرشد کا اعتماد

ایک روز حضورؒ نے فرمایا: ہمارے پاس بے شمار لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں حضورؒ پر بے حد اعتماد ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک کسی شخص پر شیخ کا مکمل اعتماد نہ ہو وہ بلند چیز جو اس کے سینے میں محفوظ ہے وہ ہر کسی کو نہیں دی جاتی۔ لیکن جب شیخ کا اعتماد اپنے کسی مرید پر پورا واثق ہو جاتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ ایسا شخص شیخ کی دعا، توجہ اور تصرف سے اس دولتِ لازوال کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اگر آپ 10,000 روپے بطور امانت کسی کے پاس رکھنا چاہیں تو آپ کا اعتبار جس شخص پر ہوگا اس کے پاس آپ یہ امانت رکھیں گے۔

مقصدِ حیات

حضورؒ نے بڑی تاکید سے فرمایا کہ اپنا خیال ہمیشہ صحیح رکھنا چاہیے اور اپنی توجہ اصل مقصود یعنی قربِ الٰہی پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ گزرے جو مالک الملک کی یاد سے غافل ہو کیونکہ مالک کی بندگی اور یاد ہی اصل مقصدِ حیات ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴿ الذریت :56﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں''

حضور نے **لیعبدون** کی تفسیر فرماتے ہوئے سمجھایا کہ یہ محض عبادت کا خیال نہیں بلکہ عبودیت کے لئے اللہ پاک نے فرمایا ورنہ عبادت کے لئے تو اللہ کے فرشتے اور تمام کائنات ہر وقت مصروف ہیں لیکن عبودیت وہ مقام ہے جو عظیم ترین ہے۔فرمایا کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُه وَرَسُوْلُهٗ

میں ''عبدہٗ'' پہلے اور ''رسولہ'' بعد میں ہے۔مدعا یہ ہے کہ عبدہ کا مقام رسولہ سے افضل ہے۔

نسبت رسولﷺ

پھر حضور پیر صاحب نے شجرہ شریف دکھایا اور سمجھایا کہ وہ دولت لازوال جو حضور سرورکائناتﷺ سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے بے پناہ عشق اور محبت رسولﷺ کی وجہ سے نصیب ہوئی۔ وہ ان کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کے سینے میں محفوظ رہی۔یہ نسبت رسولﷺ تھی جو اصحابِ کبار اور ان کے صحیح متبعین میں قائم رہی۔جب امراء اور رؤسائے اسلام دنیاوی وجاہت اور بادشاہت کے قضیوں میں پھنس گئے تو اس جنون نے لوگوں کو اس قدر گمراہ کیا کہ انہوں نے حضور سرورکائناتﷺ کے نواسے حضرت امام حسینؓ اور ان کے اقرباء اور اعزہ کو بیدردی سے میدانِ کربلا میں شہید کر دیا۔

حضرت پیر صاحب نے یہاں حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت عمرؓ جب خلیفہ وقت تھے تو ان کے ایک لڑکے کی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے کسی بات پر تکرار ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ تو ہمارے غلام کا بیٹا ہے ہمارے ساتھ تمہارا کیا مقابلہ۔حضرت عمرؓ کے بیٹے نے جا کر اپنے والد سے شکایت کی تو انہوں نے کہا کل صبح ان سے لکھوا کر لاؤ۔چنانچہ اگلے روز صاحبزادے نے امام حسینؓ کو لکھنے کے لئے کہا تو انہوں نے لکھ دیا ''عمر ہمارے نانا کے غلام ہیں''۔جب وہ کاغذ حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے اس کو چوما اور سینے سے لگایا اور فرمایا کہ جب میں مر جاؤں تو یہ کاغذ میری قبر میں میرے سینے پر رکھ دیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نواسے کی طرف سے یہ تحریری سند ہے کہ عمر ان کے نانا کا غلام ہے اور میری زندگی کا قیمتی ترین اثاثہ یہی ہے۔یہ تھی نسبت رسولﷺ۔

نسبت رسولﷺ آج بھی بڑے آب و تاب سے سینہ بہ سینہ اولیائے کرام کے وجود سے دنیا میں موجود ہے۔یہ اس طرح ہے کہ جیسے کہ پاور ہاؤس کے ساتھ تعلق درست ہو اور اس مکان یا فیکٹری کی اندرونی تاریں صحیح ہوں تو صرف سوئچ (Switch) کھولنے سے تعلق (Connection) قائم ہو جاتا ہے اور فوراً بجلی اس مکان میں آ جاتی ہے اور وہ جگہ روشن ہو جاتی ہے۔یہی حال انسانی وجود کا ہے۔جب کسی خوش قسمت شخص کا کسی صاحبِ کمال ہستی سے تعلقِ باطنی

صحیح ہو جاتا ہے تو اس شیخِ کامل کی توجہ سے ایسے شخص کا سینہ روشن ہو جاتا ہے۔ باقی ہر شخص کی اپنی استعداد ہوتی ہے۔ جتنا کسی کا ظرف ہو اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو حصہ دیتے ہیں۔ یہ اسی طرح ہے کہ مختلف طاقت اور سائز کے بلب (Bulb) دکان میں موجود ہوں تو وہ بیکار ہیں جب تک وہ اپنے مقام پر نہ لگا دیے جائیں اور بجلی کا سوئچ (Switch) نہ کھولا جائے۔ پھر وہ بلب اپنی اپنی طاقت کے مطابق روشنی دیں گے۔ جس گھر میں روشنی موجود ہوتی ہے تو انسان سمجھ لیتا ہے کہ اس گھر کا بجلی کے پاور ہاؤس سے تعلق صحیح ہے لیکن جہاں تاریکی ہی تاریکی ہو تو وہ جگہ پاور ہاؤس سے یا تو ٹھیک طور پر متعلق نہیں یا اس کی اندرونی تاریں ناقص ہیں۔ اس خرابی کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت غوث الامتؒ کی وصیت اور صاحبزادگان

حضورؒ نے فرمایا کہ جب حضرت بابا جیؒ کا وصال نومبر 1943ء میں ہوا تو حضور پیر صاحب (اعلیٰ حضرت پیر نظیر احمدؒ) نے اپنی خوشی سے لاکھوں روپے کی جائیداد کا تقریباً سارا حصہ دوسرے بھائیوں کے لئے چھوڑ دیا اور خود صرف اللہ پاک پر توکّل کرتے ہوئے مخلوقِ خدا کی ہدایت کی طرف متوجہ ہو گئے کیونکہ حضورؒ کو ذات باری تعالیٰ کے کرم پر پورا اعتماد تھا کہ جو دولتِ لازوال انہیں عطا ہوئی ہے وہ دنیاوی جائیدادوں اور دولتوں سے بے حساب گنا زیادہ قیمتی اور اعلیٰ ہے۔ حضرت بابا جیؒ نے اپنے تمام صاحبزادگان کو حضرت پیر صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ لیکن صاحبزادگان نے اس حقیقت کی پرواہ نہ کی اور دنیاوی مال و دولت اور جائیداد کی فکر میں مصروف ہو گئے۔

موہڑہ شریف

ایک دن فرمایا: پہلے پہل دربار شریف میں بیٹھنے کے لئے صرف ٹاٹ اور بوریا ہوا کرتا تھا اور زائرین کو گڑ کی چائے پیش کی جاتی تھی۔ پہلی دفعہ جب حضورؒ نے عرس منعقد کیا تو اس وقت کوئی اڑھائی سو کے قریب لوگ موجود تھے دوسرے سال دو ہزار اور پھر آہستہ آہستہ چالیس پچاس ہزار لوگ ہر عرس میں موجود ہوتے تھے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ جب مالک الملک کسی شخص کی رہنمائی راہ حق کی طرف کرتا ہے تو پھر ایسا شخص خود بخود موہڑہ شریف میں حضورؒ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ دعا کی تھی کہ یا رب العالمین میرے پاس صرف اسی شخص کو بھیجنا جو تجھے منظور ہو۔ حضورؒ فرماتے ہیں کہ کئی بار ایسا ہوا کہ کئی لوگ کلڈنہ یا کشمیری بازار تک آئے لیکن آگے آنے سے گریز کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ان کے موہڑہ شریف پہنچنے کی منظوری نہیں تھی۔

مسئلہ تکوین

حضورؒ نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴿النزعت:41-40﴾

''اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے''

جس وقت انسان روحانی طور پر عروج کرتے کرتے اپنے پیرومرشد کے صدر دروازے سے رسولﷺ کے صدر دروازے سے ہوتا ہوا ذات باری تعالیٰ کا قرب حاصل کرتا ہے اور اس کی اپنی ہستی آہستہ آہستہ معدوم ہونے لگتی ہے تو پھر وہ جو کچھ سوچتا ہے وہ مالک الملک کی طرف سے ہی آتا ہے۔ چونکہ وہ مالک الملک کی طرف سے آتا ہے اس لئے وہ ہو جاتا ہے۔ مختصراً یہی صفتِ تکوین ہے اور یہ مخالفتِ نفس سے حاصل ہوتی ہے اور نفس کی مکمل نفی کرنے سے۔

چوں ز خود رفتم خدائی یافتم
از خدا جوئی رہائی یافتم

وصول الی اللہ کا راستہ

حضورؒ نے ایک نقشہ بنایا جس کا ایک بڑا راستہ اللہ پاک کی طرف جاتا تھا۔ اس کے دائیں بائیں مختلف راستے تھے۔ دائیں طرف کہیں علم، کہیں حلقہ، کہیں شوٴن واعتبارات، کہیں کشف وکرامات وغیرہ وغیرہ اور بائیں طرف کہیں دنیاوی خواہشات، کہیں عیش وعشرت، کہیں وساوس شیطانی، کہیں لذات نفسانی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن سیدھا راستہ جو اوپر کی طرف جاتا تھا اور جو اللہ کی طرف رخ رکھتا تھا۔ اس کے متعلق حضورؒ نے فرمایا کہ یہی صحیح راستہ ہے۔ شیطان ہر لحظہ اللہ کے راستے پر چلنے والوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اسی لئے سالک کو گزشتہ وقت پر غور کرنا چاہیے اور اپنی غفلت پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے اور توبہ کر کے پھر ارادے کو مضبوط کر لینا چاہیے۔ ذکر الٰہی بہمہ تن وتوجہ دل میں قائم رہنا چاہیے۔ مختلف راستوں اور مختلف چیزوں پر توجہ نہیں کرنی چاہیے۔ توجہ صرف اللہ پاک کی ذات کی طرف ہی رکھنی چاہیے۔ انسانی زندگی صرف اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے لئے ہے اور اسبابِ زندگی قیام زندگی کے لئے ہیں۔

عبادت کا شوق

فرمایا: مجھے بچپن سے ہی عبادت کا بے حد شوق ہو گیا اور اکثر ایسا ہوا کہ تمام رات اللہ کا ذکر کرنے اور درود شریف پڑھنے میں گزر گئی۔ نوافل کی کثرت کرتا تھا اور کئی دفعہ پاؤں سوج جاتے اور بے ہوشی بھی ہو جاتی۔ حضرت باباجیؒ بہت منع کرتے کہ احتیاط کرنی چاہیے لیکن میں باز نہیں رہ سکتا تھا۔

خدمتِ خلق

ایک دفعہ مجھے فرمایا: آپ نے دیکھ لیا ہے کہ ہم دن بھر غربا و مساکین اور مخلوقِ خدا کی خدمت میں مصروف رہتے ہیں لیکن جو خدمت اپنی ذاتی سربلندی کے لئے کی جائے وہ کفر ہے مگر جو خدمت محض اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے لئے کی جائے وہی اصل خدمت اور عبادت ہے۔ ہماری زندگی اسی طرح گزر رہی ہے کہ کسی طرح مالک الملک کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو جائے۔ اپنے فضل وکرم سے مالک الملک نے ہمیں دنیا اور دنیاداروں سے بے نیاز کر دیا ہوا ہے اور پھر فرمایا کہ ہمہ وقت اپنا دل اللہ پاک کی طرف متوجہ رکھنا چاہیے دنیا کے تمام کام کرتے ہوئے اللہ کی یاد دل میں تروتازہ رکھنی چاہیے۔ اگر ایسا ہو جائے تو تمام زندگی عبادت ہو جاتی ہے اور ایسا شخص باخدا ہو جاتا ہے۔

قبض وبسط

حضورؒ نے فرمایا: کبھی انسان پر ایک خاص حالت طاری ہوتی ہے۔ کسی کو تین دن کے بعد، کسی کو پانچ دن کے بعد، کسی کو سات دن کے بعد اور کسی کو پندرہ دن کے بعد۔ سات دن سے پہلے ایسی حالت کا ہونا اچھا نہیں۔ بڑے بڑے بزرگ اور صوفی بھی اس تکلیف میں مبتلا رہے ہیں۔ لیکن ضبط وتحمل پیدا کرنا چاہیے اور بشریت کو ملکیت کے ماتحت اور مغلوب کرنا چاہیے۔ بشریت کو ملکیت پر غالب نہیں ہونے دینا چاہیے۔ بشریت کو مغلوب کرنا اور ملکیت کو غالب حیثیت دینا، یہ اصل مقصدِ سلوک ہے اور یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔ قبض کی صورت میں استغفار زیادہ کرنی چاہیے اور بسط کی حالت میں شکرانے کا پہلو زیادہ ہونا چاہیے۔

سلوک اور تصوف کا خلاصہ

پھر حضور پیر صاحبؒ نے جلد جلد شکستہ عبارت میں کچھ تحریر کرنا شروع کر دیا جو تین صفحات پر مشتمل تھا اور حضورؒ نے یہ صفحات قلم برداشتہ لکھے تھے۔ پھر مجھے وہ کاغذ دیے اور فرمایا کہ کیا پڑھ سکتے ہو؟ میں نے ذرا بلند آواز میں حضورؒ کے سامنے تینوں صفحات پڑھ دیئے۔ حضورؒ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ **الحمد للہ** تم نے یہ تحریر بغیر کسی تکلیف کے پڑھ لی ہے۔ حالانکہ میں اپنی شکستہ عبارت کو خود بھی کئی دفعہ نہیں پڑھ سکتا۔ وہ تحریر حضرت پیر صاحبؒ نے مجھے عطا فرمائی اور حکم دیا کہ جب تم واپس ڈھاکہ جاؤ تو اس کی ایک خوشخط نقل مجھے بھیج دینا۔ (میں نے تعمیلِ ارشاد کر دی تھی)۔

''حضور والا کے یہ ارشادات گرامی میری ناقص رائے میں تمام سلوک اور تصوف کا نچوڑ ہیں اور یہ مضمون جس اختصار اور جس احسن طریقے سے حضورؒ نے بیان فرمایا ہے میرے خیال میں کسی بھی اہل حال بزرگ یا ولی اللہ نے آج

تک اس اختصار اور وضاحت سے کبھی بیان نہیں کیا۔ تبرکاً اصل تحریر کی نقل شاملِ کتاب کی جاتی ہے۔''
(راقم الحروف)

1۔ بشریت وملکیت کا مجموعہ انسان ہے۔ طریقت کا موضوع یہ ہے کہ ملکیت بشریت پر غالب آوے۔

2 ۔ حضرت محمد مصطفیٰﷺ بشریت میں آئے بصورت ہبوط۔ اسی طرح اعلیٰ انسان بشریت میں نزول رکھتا ہے اور بشریت کا پابند ہی ہوتا ہے۔ بشریت مفقود ہو کر ملکیت کو غالب کرنا۔

3۔ ذکر الٰہی سے مذکور ہو جانا اور مخلوق کی طرف متوجہ ہونا۔مخلوق کو خدا سے ملانا وغیرہ وغیرہ۔ یہ خدمت اعلیٰ مقام کی ہے۔فرائض نبوت۔

4۔ کسی مکاشفات وغیرہ پر توجہ نہ رکھنا کشف الٰہی کے حصول کا باعث ہے۔کشف الٰہی دائرہ امکان اور محدود حیثیت سے باہر ہونا۔مقام قِدم میں داخل ہونا۔اپنی ذات کی نفی سے ہوتا ہے۔یہ مقام اعلیٰ ہے اس کے بعد نبوت ہے۔

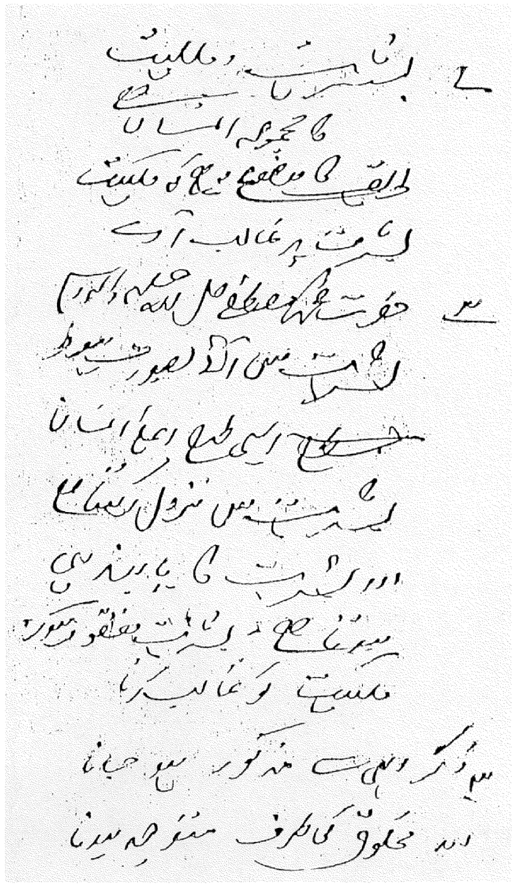
۱۔ بشریت و ملکیت کا مجموعہ انسان ہے
طریقت کا موضوع یہ ہے کہ ملکیت
بشریت پر غالب آوے
۲۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بشریت میں آئے بصورت ہبوط
اسی طرح اعلیٰ انسان
بشریت میں نزول رکھتا
اور بشریت کا پابند ہی
ہوتا ہے بشریت مفقود ہو کر
ملکیت کو غالب کرنا
۳۔ ذکر الٰہی سے مذکور ہو جانا
اور مخلوق کی طرف متوجہ ہونا

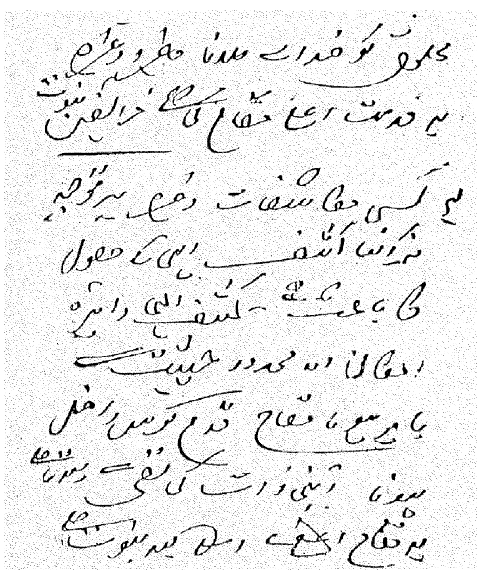
مخلوق کو خدا سے ملانا وغیرہ وغیرہ
یہ خدمت اعلیٰ مقام کی ہے فرائض نبوت
۴۔ کسی مکاشفات وغیرہ پر توجہ
نہ رکھنا کشف الٰہی کے حصول
کا باعث ہے کشف الٰہی دائرہ
امکان اور محدود حیثیت سے
باہر ہونا مقام قدم میں داخل
ہونا اپنی ذات کی نفی سے ہوتا ہے
یہ مقام اعلیٰ ہے اس کے بعد نبوت ہے

5۔ کرامات اگر خرق عادت سے بلا اختیار ہو تو بہتر ورنہ پیدا کرنا باعثِ کمی نسبت ہے۔ درحقیقت کرامات اس قوت کا نام ہے جس سے نفس اور بشریت کو نورانیت سے مغلوب کر سکے۔ یہی مقصود ہے۔

6۔ ذکر الٰہی میں جو عروج ہو اس میں ذات حق کی طرف متوجہ ہونا اور موضوع الفاظ سے موضوع صفات یعنی ذات مقصود ہے۔ اس کے بغیر کے ساتھ تسکین حاصل کرنا نقص ہے۔

7۔ اپنے حقوق ترقی مدارج اور عروج باطنی کے لئے مخلوق کی خدمت ہر قسم ضروری ہے۔ اسی سے مخلوق کا جائے فریاد ہر خاص و عام کا مرجع ہوتا ہے۔ اسی جگہ غوثیت ہے۔

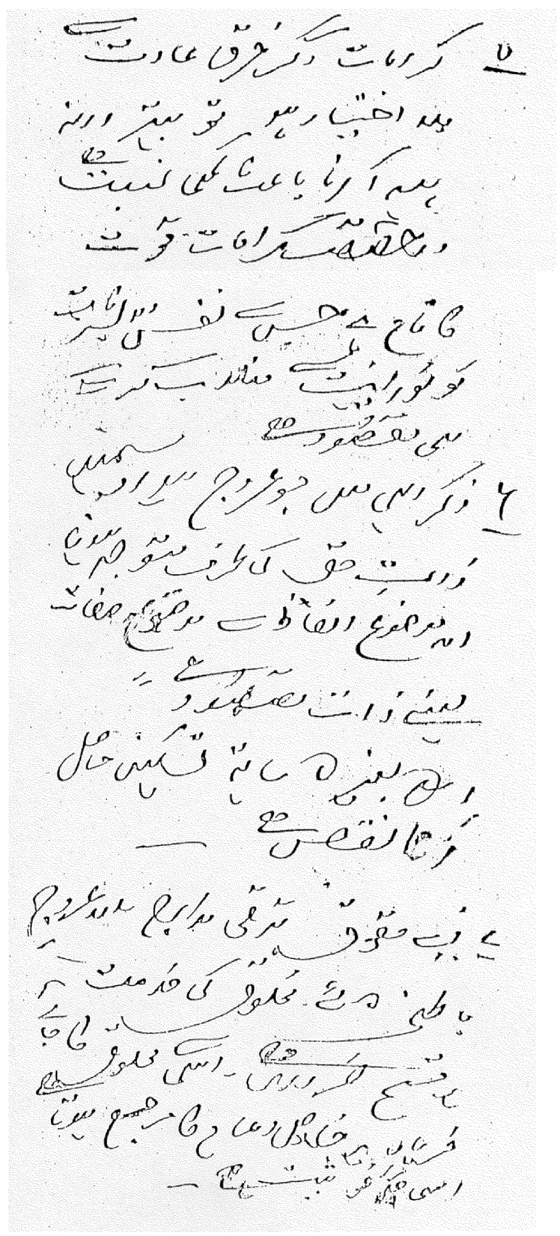

علم تسخیر حقیر چیز ہے

پھر حضور نے صوفی حاجی عبدالرحمٰن صاحب کا جو افریقہ سے آئے ہوئے تھے اور دربار شریف میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کا ذکر فرمایا۔ حضورؒ نے فرمایا: حاجی عبدالرحمٰن صاحب مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ہو کر آئے ہیں۔ جناب حاجی صاحب کو حضور سرور کائناتﷺ کے دربار اقدس سے سرکار موہڑوی حضرت پیر نظیر احمدؒ کی خدمت میں حاضری کی رہنمائی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے اپنے بندوں تک پہنچا دیتا ہے۔

یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ﴿النور:35﴾

''اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے''

میں حاجی عبدالرحمٰن صاحب سے ملا اور ان سے باتیں کیں اور ان سے اپنے مشاہدات کا ذکر کیا اور حاجی سردار محمد سرفراز خان صاحب کا بھی ذکر کیا۔ وہ کوئی ہفتہ عشرہ موہڑہ شریف میں ٹھہرے اور پھر واپس چلے گئے۔ حضورؒ نے انہیں بیعت بھی فرمایا تھا اور طریقت نسبت رسولﷺ کا سبق بھی دیا تھا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ چلتے وقت انہوں نے پیر صاحبؒ سے علمِ تسخیر کے لئے استدعا کی تھی۔ لیکن حضورؒ نے ان کو بلندی نگاہ اور اللہ پاک کی طرف دلی توجہ رکھنے کا سبق دیا اور فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہیے۔ علمِ تسخیر وغیرہ بہت حقیر چیزیں ہیں۔

سلوک کا اصل مقصد

حضورؒ نے مجھے مکرر ارشاد فرمایا کہ میں بار بار دہرا رہا ہوں تا کہ ذہن نشین ہو جائے کہ کسی چیز پر سوائے اللہ پاک کے دل یا توجہ نہیں لگانی چاہیے۔ خاص طور پر مکاشفات یا مضامین رنگیں جو آپ پر اللہ پاک کی طرف سے ظاہر کئے جا رہے ہیں ان پر ہرگز توجہ نہیں دینی چاہیے۔ وہ سب راستے کی چیزیں ہیں اور اپنی نگاہ بلند ترین ہستی یعنی اللہ پاک کی ذات پر رکھنی چاہیے جو اصل مقصود سلوک ہے۔ مکاشفات وغیرہ تو ایسی چیزیں ہیں جو حوصلہ افزائی کے لئے مبتدیوں کو اللہ پاک کی طرف سے عطا ہوتی ہیں لیکن ان سب سے گزر جانا ہے۔ اصلی مقام آگے ہے۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص موہڑہ شریف آنے کے لئے راولپنڈی سے روانہ ہوا اور راستے میں ''چھرہ پانی'' یا ''کمپنی باغ'' پر ہی بیٹھ جائے تو ایسا شخص موہڑہ شریف پہنچ ہی نہیں سکتا۔ راستے کے سب مقامات کو طے کرتے چلے جانا ہے۔ لیکن نگاہ اپنے اصل مقصود پر ہی رکھنی چاہیے۔

عورتیں اور روحانی درجات

فرمایا: اللہ پاک نے عورتوں میں بھی نیک اور اعلیٰ درجے کی بندیاں پیدا کی ہیں۔ قرآن پاک میں ان کے لئے بخشش اور اجرِ عظیم کا ذکر موجود ہے۔ ﴿الاحزاب: 25﴾

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزے رکھنے والے مرد اور روزے رکھنے والی عورتیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنیوالے مرد اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والی عورتیں، کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

حضرت پیر صاحبؒ نے اپنے پیرو مرشد قبلۂ عالم حضرت نظام الدینؒ کے متعلق فرمایا کہ ان کی ایک بیوی بہت تن آسان تھی اور خدمتِ لنگر سے انکاری ہوئی۔ دوسری بیوی نے خدمتِ لنگر خوشی خوشی قبول کیا۔ پہلی بیوی کے ہاتھ پاؤں میں بیماری پیدا ہوگئی اور دوسری بیوی خادمہ لنگر ہوئی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے بلند درجات عطا فرمائے اور قبلہ عالم اس سے صلاح مشورے بھی کیا کرتے تھے اور مالک الملک نے انہیں بڑی فراست عطا فرمائی تھی۔

حضرت پیر صاحبؒ نے اپنی والدہ محترمہؒ کا بھی بڑی محبت سے ذکر فرمایا کہ وہ بہت ہی نیک اور صالحہ خاتون تھیں اور وہ درود شریف پڑھنے کی بالخصوص کثرت کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت میں بے شمار بیبیاں پیدا کیں جو ولایت کے اعلیٰ مقام پر فائز رہی ہیں۔

بددعا کرنا بُری بات ہے

حضورؒ نے فرمایا کہ ہمارے ایک عزیز کا کسی شخص سے جھگڑا ہو گیا جو ذاتی رنجش اور عزت کا سوال بن گیا۔ اس نے اپنے مخالف شخص کے خلاف دعا شروع کر دی لیکن اس کا اثر جلدی نہ ہوا کیونکہ مخالف شخص ہر روز دو رکعت نفل حضرت باباجیؒ کی روح کے ایصالِ ثواب کے لئے پڑھا کرتا تھا۔ جب حضور پیر صاحبؒ کو پتہ چلا تو اپنے عزیز کو منع کیا کہ کسی کی بربادی کے لئے دعا نہیں کرنی چاہیے۔ ہر کام اللہ پاک کی رضا پر چھوڑ دینا چاہیے۔ لیکن اس شخص نے اپنی دعا جاری رکھی اور خدا کی شان کہ مخالف شخص نے آہستہ آہستہ دو نفل ایصال ثواب بھی چھوڑ دیے۔ تھوڑا عرصہ ہی گزرا کہ مخالف شخص اور اس کے خاندان کے لوگ باہمی جھگڑوں میں مبتلا ہو کر قتل اور تباہ ہو گئے۔

حضور نے فرمایا کہ بددعا یا کسی کی بُرائی کے لئے دعا کرنا اچھا نہیں۔ اپنی تمام تر توجہ صرف مالک الملک پر مرکوز رکھنی چاہیے کیونکہ وہی مسبب الاسباب ہے اور وہی کارساز ہے۔ اللہ پاک کی یاد اور عشق میں جو واقعات ہوتے جائیں گے وہ سب طفیلی ہوں گے اور اللہ پاک کی طرف سے ہوں گے اس لئے درست ہوں گے۔ اللہ پاک کا غلام کبھی ذلیل نہیں ہوسکتا۔ مالک الملک اپنے غلاموں کی خود حفاظت فرماتا ہے۔

نسبت رسولﷺ

حضورؒ نے فرمایا: وہ راستہ جو اللہ پاک کی بارگاہ تک لے جاتا ہے جس کو ہم نسبت رسولﷺ سے تعبیر کرتے ہیں بہت بلند و برتر چیز ہے۔ اس لئے اپنی توجہ دنیاوی اور تمام علائق اور خیالات سے صاف کر کے اپنے دل کو صرف اللہ پاک کی طرف مکمل طور پر مرکوز کرنا نہایت ضروری ہے۔

جس وقت سالک ہمہ تن و باہمہ وجوہ صرف مالک الملک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس شخص کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور پھر اس کے دل میں اللہ پاک کی ذات کے انوار اور تجلیات کا ظہور ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴿المزمل:8﴾

''اور آپ اپنے پروردگار کا ذکر کریں اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اس کی طرف متوجہ ہو جائیں''

جب یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے تو پھر ایسے شخص کے خیال سے حالات بدلنے شروع ہوجاتے ہیں۔

عجز وانکساری

ایک دن علی الصبح میں نے دربار شریف کی صفائی میں خدام کے ساتھ امداد دی اور جاروب کشی بھی کی۔ جب حضورؒ نے مجھے بلایا تو حضورؒ نے بڑے لطف وکرم سے اس خدمت کا ذکر فرمایا کہ یہ بہت اچھی بات ہے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں عجز وانکساری ہی قبول ہوتی ہے۔

خدمت خلق کی نیت

حضورؒ نے فرمایا کہ میں جب صبح دربار شریف کی طرف آتا ہوں تو کئی دفعہ آدھے راستے سے واپس چلا جاتا ہوں کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ یہ لوگ جو جمع ہیں میری خاطر جمع ہوئے ہیں اور میں ان کی خاطر جارہا ہوں۔ واپس جا کر دو نفل پڑھ کر استغفار کرتا ہوں اور پھر مخلوق کی خدمت کی نیت سے واپس آتا ہوں جو عین مطابق سنت رسولﷺ ہے۔

متلاشیِ حق کی خدمت

پھر حضورؒ نے فرمایا کہ کسی شخص کے پاس دنیاداری کے خیال سے نہیں جانا چاہیے۔ ماسوا سرکاری یا دفتری کاروبار کے سلسلے میں۔ دفتری اوقات کے وقت۔ البتہ اپنے کام سے فارغ ہو کر خدمتِ خلق کے خیال سے ہی جہاں جانا ہو جانا چاہیے۔ خواہ کوئی شخص غریب اور مفلوک الحال ہو لیکن اگر وہ متلاشیِ حق ہے تو ایسے نیک کام کے لئے جو صحیح خدمت خلق ہے متلاشیِ حق کے پاس جانا ٹھیک ہے۔

مکتوبات شریف

میں نے مکتوبات شریف حضرت مجدد الف ثانیؒ جو حاجی سرفراز خاں صاحب اور میں اکٹھے ڈھا کہ میں مطالعہ کرتے رہتے تھے کے متعلق حضورؒ سے دریافت کیا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ بے شک پڑھ لیا کریں مکتوبات میں اچھی چیزیں ہیں لیکن بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو خود محسوس ہوگا کہ جس دنیا کا مکتوبات میں ذکر ہے آپ اس دنیا کی سیر کر آئے ہیں۔

دنیاوی زندگی

حضورؒ نے فرمایا کہ اس دنیا کے اندر اللہ پاک نے انسان کو بہت مختصر لیکن نہایت قیمتی وقت عطا فرمایا ہے۔ اس کا ہر لمحہ اللہ پاک کی یاد اور اللہ پاک کی محبت میں اور مخلوق خدا کی خدمت میں گزارنا چاہیے۔ مخلوقِ خدا سے شفقت اور نرمی سے سلوک کرنا چاہیے اور اپنی ہمت کے مطابق خداوند کریم کی رضا اور خوشنودی کے لئے ایسا کرنا چاہیے۔ ایسی خدمتِ خلق عبادت ہو جاتی ہے۔ ہر لحظہ گزرتے وقت کا خیال رکھنا چاہیے اور مالک الملک سے استغفار اور توبہ کی درخواست کرنی چاہیے کیونکہ ہر لحظہ شیطان انسان کو متزلزل اور لغزش میں ڈالنے کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ شیطان بڑے بڑے اولیاء اللہ کا دور دور تک پیچھا کرتا ہے۔ شیطان سے نجات صرف اللہ پاک کی یاد اور ذکر میں ہے۔ جو شخص اللہ پاک کا دل و جان سے غلام ہو جاتا ہے اللہ پاک اس کی حفاظت کرتا ہے۔

توجہ الی الحق

پھر حضورؒ نے حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کا قصہ (جو قرآن پاک میں بطور احسن القصص بیان کیا گیا ہے) بیان فرمایا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ سالک کو اپنی نگاہ اور اپنا خیال صرف اللہ کی طرف ہی مرکوز رکھنا چاہیے۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ غیر معمولی محبت کا اظہار کیا تو سالہا سال ان کے فراق اور غم میں روتے رہے۔

نظر لگنا

حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو نظر لگ گئی ہے۔ یہ بات غلط نہیں۔ اگر سالک کسی چیز سے غیر معمولی پیار اور محبت کرے تو مالک الملک اس چیز کو ختم کر دیتا ہے کیونکہ سب سے پیاری اور دل پذیر ذات صرف باری تعالیٰ ہی کی ہے۔ ذاتِ پاک کو خیال میں بھی لغزش پسند نہیں۔

مراقبہ

حضرت پیر صاحبؒ نے ہمیں مراقبہ کرنے کا طریقہ سمجھایا کہ کس طرح انسان کو مالک الملک کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہونا چاہیے۔ فرمایا کہ مراقبہ ایسا ہو کہ اپنا آپ بھول جائے، اپنے عزیز واقارب کو بھول جائے، اپنا شہر اور ملک بھول جائے اور یہ دنیا اور یہ عالم بھول جائے اور توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب ہو۔ جب ایسا ہو جائے تو پھر سالک ذکر کرتے کرتے مذکور میں پہنچ جاتا ہے اور دائرہ قِدم میں داخل ہو جاتا ہے۔

بزرگوں کا ادب

حضرت پیر صاحبؒ نے ایک ڈپٹی مجسٹریٹ یا ای۔اے۔سی صاحب کا واقعہ بیان فرمایا۔ حضورؒ اس زمانے میں راولپنڈی میں قیام فرماتے تھے۔ بیٹھنے والی جگہ پر ایک پرانا پُھوڑ (بوریا) تھا جس پر حضورؒ تشریف فرما تھے۔ ڈپٹی صاحب کو وہاں بیٹھنا اور گڑ والی چائے جو انہیں پیش کی گئی ناگوار خاطر معلوم ہوئی۔ وہ اچھی نشست گاہ اور اعلیٰ برتنوں میں چینی والی چائے کے متمنی تھے۔ وہ حضورؒ کے ہاں سے ناخوش واپس گئے۔

کچھ دنوں کے بعد انہیں نوکری سے علیحدہ کر دیا گیا اور ان کا لڑکا بھی نوکری سے نکال دیا گیا۔ اپیل بھی ناکام ہوئی۔ جب مایوسی ہوئی تو وہ حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی انکساری سے معافی مانگی کہ اس سے غلطی ہو گئی ہے دل میں بے ادبی پیدا ہوئی۔ حضورؒ نے اس کے لئے اور اس کے لڑکے کے لئے دعا فرمائی اور کچھ دنوں کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ دونوں بحال ہو گئے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ اولیاء کرام اور بزرگوں کا ادب ضروری ہے اور وہ جو بھی دیں وہ خوشی خوشی قبول کرنا چاہیے۔

اولیاء اللہ کے لئے خوف و حزن نہیں

میں نے حاجی سرفراز خاں صاحب کا پیغام حضورؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ حاجی صاحب کے ساتھ اربابِ اقتدار ناانصافی کر رہے ہیں اور حاجی صاحب بعض دفعہ اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ دراصل صوفی اور سالک کے لئے نہ کوئی چیز بُری ہے اور نہ کوئی چیز اچھی ہے۔

هر چه از دوست بآید نکو باشد

جو کچھ ہوتا ہے مالک الملک کی طرف سے ہوتا ہے اس لئے درست ہوتا ہے۔ مالک الملک کا علم بے قیاس اور بےحساب ہے۔ ولی اللہ کے لئے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴿یونس:62﴾

''سن رکھو جو خدا کے دوست ہیں ان کو کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے''

اللہ پاک کے اولیاء کے لئے نہ کوئی ڈر، ڈر ہے اور نہ کوئی غم، غم ہے۔ کیونکہ ان کی نگاہ مالک الملک پر ہوتی ہے اور وہ جانتے ہیں کہ

عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴿البقرة:216﴾

''اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناگوار خاطر لگتی ہے لیکن اس کے پیچھے تمہاری بہتری مضمر ہوتی ہے''

حضورؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ اسی لئے بیان کیا تھا کہ تھوڑی سی خیال کی لغزش اور دنیا یا بچوں یا کسی چیز سے زیادہ محبت کس قدر ابتلاء اور تکالیف کا باعث ہو جاتی ہے۔ سالک کا کام ہے مالک الملک کی غلامی ہو اور اس کی بارگاہ میں حضوری ہو۔ باقی کتے بھونکتے رہتے ہیں اس طرف غور نہیں کرنا چاہیے۔ آگے چلتے رہنا چاہیے اور اپنی نگاہ بلند اور اصلی مقام یعنی اللہ پر رکھنی چاہیے۔

پھر فرمایا: آواز سگاں کم نکند رزقِ گدارا

حاجی صاحب کو کسی قسم کا فکر نہیں کرنا چاہیے۔

اپنی دل پسند چیز سے دست کشی

حضرت پیر صاحبؒ نے قرآنی آیت **وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى** ﴿النزعت : 41-40﴾ دہرائی۔ ''اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا۔ اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔'' اور فرمایا جو دنیاوی چیز سالک کو اپنی طرف کھینچے اس سے دست کش ہو جانا چاہیے یعنی دل کو اللہ پاک کے سوا کسی اور چیز میں نہیں لگانا چاہیے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ ایک زمانہ تھا کہ جناب کو اخروٹ اور انناس بہت پسند تھے لیکن جب یہ آیت شریف پڑھی تو اخروٹ اور انناس کھانے بند کر دیے۔ 18 سال اخروٹ نہ کھائے اور 20 سال تک انناس نہ چکھے۔ 18 سال بعد بلا اختیار اور بلا ارادہ اخروٹ سامنے آئے حضورؒ نے چکھ لئے۔ اسی طرح 20 سال کے بعد ایک شخص ڈھاکہ سے انناس اپنے ساتھ لایا

اور پیش کئے جب ایک اناس کو کاٹا تو وہ خراب نکلا دوسرا کاٹا تو وہ بھی خراب نکلا۔ چنانچہ ان کو چھوڑ دیا اور یہ خیال کرتے ہوئے کہ اناس کے استعمال کی اجازت نہیں تو اس کو چھوڑ دیا اور نہیں چکھا۔

حضورؒ نے فرمایا کہ دلی رغبت اور خواہش سے کوئی چیز طلب کرنا اچھا نہیں۔

شیون واعتبارات

فرمایا: شیون اور اعتبارات وغیرہ سب مخلوق ہیں۔ ہر وہ کشف جو سمجھ میں آ جائے وہ مخلوق ہے اور اس پر توجہ نہیں دینی چاہیے۔ یہ نچلے درجے کی چیزیں ہیں۔ جو چیز نسیان خودی کے بعد کشفی رنگ میں نظر آئے وہ درست ہے اور وہ علم، عالمِ قدیم سے آتا ہے۔صوفی سالک کو تمام لطائف کی سیر کے بعد یعنی سیر الی اللہ، سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ کے مدارج جب طے ہو جاتے ہیں تو وہ خودی کو مٹا چکا ہوتا ہے اور فنا فی الذات ہو کر رو بخلق ہوتا ہے اور جسے مالک الملک چاہے اسے خدمتِ خلق پر مامور کرتا ہے یعنی وہ خدمت جو مخلوق خدا کو اس غلیظ اور مکدر دنیا سے مالک الملک کی جانب متوجہ کرنے کا باعث ہو اور جس کو مالک چاہے اس کو خداوند کریم کی بارگاہ تک پہنچا دے۔ یہ اعلیٰ ترین خدمت ہے جو بلاغرض اور محض اللہ پاک کے عشق اور محبت میں ادا کی جائے تو اس میں سالک اور صوفی جو اس خدمت پر مامور ہوتا ہے اس کے اپنے روحانی مدارج بلند تر ہوتے جاتے ہیں۔

اصلی مدعا

حضورؒ نے فرمایا کہ کئی سالک یا صوفی کشف وکرامات کی منزل میں ہی ٹھہر جاتے ہیں جو آگے ترقی نہیں کر سکتے۔ سالک کا مقصود اور سالک کی صحیح منزل اللہ پاک کا قرب اور اللہ پاک کا عشق اور محبت ہے۔ اپنے نفس اور اپنی ذات کی نفی اور نسیان کے بعد اللہ پاک کا قرب حاصل ہونا شروع ہوتا ہے۔ وہی اصلی مدعا ہے۔

ہمہ اوست، ہمہ از اوست اور ہمہ نیست

حضرت پیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ ہمہ اوست کے مقام پر ہی رہے (یعنی ہر چیز اللہ پاک ہی ہے) لیکن حضورؒ نے فرمایا کہ جو چیز سمجھ میں آ گئی وہ تو ہست ہے۔ یعنی مخلوق ہے اور ظاہر ہے۔ اس لئے وہ اللہ کیسے ہو سکتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اس سے آگے بڑھے اور انہوں نے فرمایا کہ ہمہ از اوست (یعنی ہر چیز اسی کی طرف سے ہے یا اللہ کا جزو ہے) صحیح مقام ہے لیکن حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قدیم اور لایزال ہے اور قرآن پاک میں ہے کہ

لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ ﴿الشوری:11﴾

''اللہ پاک کی کوئی مثال نہیں''

یہ ترجمہ عام طور پر علماء صاحبان بیان کرتے ہیں لیکن اس آیت کا صحیح اور اصل معنی یہ ہیں کہ اللہ پاک کی مثال کی مثال بھی کوئی نہیں یعنی اللہ پاک عقل و دانش کے احاطہ سے بالکل بعید از قیاس ہے۔

جب ذکرِ الٰہی سے سالک کی اپنی ذات ختم ہو جاتی ہے۔تمام کشف اور شیئون و اعتبارات ختم ہو جاتے ہیں تو پھر علمِ الٰہیات کا آغاز ہوتا ہے اور یہی مقام ہمہ نیست ہے اور آخری مدعائے اولیاء کرام ہے۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اسی مقام پر پہنچے تھے اور اس بات کے متعلق انہیں اللہ کی طرف سے علم عطا ہوا تھا۔

فرمایا: سالک کو اس مقام پر پہنچ کر جب قربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے تو وہ روبخلق ہوتا ہے۔اور اللہ کی مخلوق کے ساتھ شفقت اور نرمی سے ان کی تکالیف کو دور کرنے پر مامور ہو جاتا ہے۔اور جو خوش قسمت ہوں ان کا ہاتھ پکڑ کر اللہ پاک کی بارگاہ میں پہنچا دیتا ہے۔یہ سنت رسول ﷺ ہے۔حضور ﷺ نے ان اصحاب کو جن کو حضور ﷺ سے قلبی عشق اور محبت تھی اور غریبوں کے ایک خاص گروہ (اصحاب صفہؓ) کو بھی اس روحانی اور علم لدنیؔ کی تعلیم و تلقین فرمائی تھی۔

نفس کا مغلوب کرنا

حضورؒ نے پیر ہارون الرشید صاحب کا محبت سے ذکر فرمایا کہ وہ باوجود نوجوان ہونے کے بہت عبادت کرتے ہیں اور دینی امور کا شغل رکھتے ہیں۔ایک دن حضورؒ کے پاس دربار شریف میں موجود تھے۔انہیں نیند نے غلبہ کیا لیکن ایک دم جاگ اٹھے اور مجھے پوچھنے لگے کہ شیطان کو اللہ پاک نے ہی بنایا ہے تو اس کو کیوں ختم نہیں کرتا تاکہ خرابی پیدا نہ کرے۔حضورؒ نے فرمایا کہ دراصل شیطان اپنا نفس امارہ بھی ہے جو سالک اور صوفی کو دنیاوی لذات اور دنیاوی ہوا و ہوس کی طرف مائل کرتا ہے۔جب سالک یا صوفی اپنے نفس پر غالب آ جاتا ہے تو پھر اس کا قدم روحانی عروج کی طرف بڑھنے لگتا ہے۔اس لئے نفس کو مغلوب کرنا سب سے ضروری چیز ہے۔

حضرت داؤد بلخیؒ کا واقعہ

میں نے حضورؒ کو اپنے آباؤ اجداد میں سے حضرت شفیق بلخیؒ اور حضرت داؤد بلخیؒ کا ذکر کیا تو حضورؒ نے بہت غور سے سنا۔خصوصاً حضرت داؤد بلخیؒ کا واقعہ حاجی محمد سرفراز خاں صاحب کے واقعہ سے ملتا جلتا تھا۔وہ اندیجان جو خراسان کا ایک حصہ تھا وہاں بادشاہت کرتے تھے۔جب مالک کا کرم ہوا تو انہوں نے بادشاہت اور سلطنت چھوڑ کر مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا سفر کیا۔حج بیت اللہ کے بعد مدینہ پاک پہنچے تو رسول اکرم ﷺ کے دربار مبارک میں عرض کی

کہ انہیں ہدایت فرمائی جائے کہ کہاں جائیں۔ رسول اکرمﷺ کی طرف سے انہیں حکم ہوا کہ آپ کی امانت حضرت سلطان العارفین شیخ حمزہؒ جوسرینگر کشمیر میں مقیم ہیں ان کے پاس ہے وہاں آپ جائیں۔ جو چیز آپ کو مطلوب ہے وہ مل جائے گی۔ ادھر حضرت سلطان العارفینؒ نے حضرت داؤد بلخیؒ کے آنے سے کافی عرصہ پہلے ان کے لئے ایک چلّہ گاہ کا انتظام کرلیا تھا اوران کے انتظار میں تھے۔ جب وہ سرینگر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سلطان العارفینؒ نے فرمایا کہ ہمیں رسول پاکﷺ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ آپ کی امانت آپ کو دے دیں۔ یہ کہہ کر انہیں بیعت کیا اور چلہ کاٹنے کا حکم دیا۔

چلّہ (40دن) جب ختم ہوا تو حضرت داؤد بلخیؒ کی حالت بہت بدل چکی تھی پھر سلطان العارفینؒ نے انہیں خلافت بخشی اور خدمتِ خلق پر مامور فرمایا۔

دراصل کشمیر میں اور نواحی علاقوں میں اسلام ان اولیائے کرام ہی کے توسل سے پھیلا۔ حضورؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو فرمایا کہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے بزرگوں کی کمائی اور دعائیں انشاءاللہ آپ کے ساتھ ہیں اور مالک الملک بہت کرم فرمائے گا۔

نظام دکن سے حضرت پیر صاحبؒ کی ملاقات

حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ ہندوستان کی سیاحت کے دوران تین ماہ وہ نظام حیدرآباد دکن کے مہمان ٹھہرے اور اس نے حضورؒ کی بڑی عزت کی اور حضورؒ سے بہت باریک اور اعلیٰ سوالات سلوک اور تصوف کے پوچھے تھے۔ اس کے پاس ایک ایسا وظیفہ تھا جو سانپ کے ڈسے ہوئے آدمی کی صحت یابی کا باعث ہوتا تھا۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ رسول پاکﷺ اور اللہ پاک کے فضل و کرم سے حضورؒ کو بھی مالک نے ایسا وظیفہ عطا فرمایا ہے کہ اگر کوئی سانپ کے ڈسے ہوئے کے متعلق اس کا نام اور پتہ حضورؒ تک پہنچا دے خواہ بذریعہ تار تو بفضلہٖ تعالیٰ وہ صحت یاب ہو جاتا ہے اور اسی قسم کے کئی واقعات ہو چکے ہیں۔

اللہ کی رسی

میں نے عرض کیا کہ حضورؒ ہمارے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ پاک اپنے در کی غلامی ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے اور کبھی اپنی بارگاہ سے دُور نہ ہونے دے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ میں جنگل میں 12 سال عبادت میں مصروف رہا تو اس دوران ایک ایسا وقت بھی آیا کہ مجھے سانپ پسند تھے۔ میرے پاس کئی اقسام کے سانپ پڑے رہتے تھے۔ ایک روز ایک شخص بڑا زہریلا سانپ ایک بوتل میں بند کر کے لایا اور بوتل چھوڑ گیا۔ پھر کچھ وقت کے بعد مجھے سانپ ناپسند ہو گئے اور سب سانپ چھوڑ دیئے۔ ایک روز ایک خادم میرے پاس آیا تو اسے حکم دیا کہ بوتل جس میں زہریلا سانپ تھا اسے دور کہیں

جنگل میں جا کر پھینک دے۔ کئی دنوں کے بعد وہ شخص پھر میرے پاس حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ میں نے حسبِ حکم جنگل میں دور جا کر زہریلے سانپ والی بوتل پھینک دی تھی اور سانپ نکل گیا تھا۔ لیکن آج جب میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آرہا تھا تو اس ٹوٹی ہوئی بوتل کے پیندے پر وہ سانپ کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔

حضورؒ نے فرمایا کہ اگر ایک سانپ کی مجال نہیں کہ وہ اس بوتل کو چھوڑ دے تو جو شخص اللہ کی رسی سے منسلک ہو جاتا ہے اللہ پاک خود اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اللہ پاک کی رسی تمام رشتوں اور علائق اور زنجیروں سے مضبوط ترین ہے اور انشاءاللہ وہی آپ کی اور آپ کے بال بچوں کی نگہبانی فرمائے گا۔

مجذوب سالک

پھر حضورؒ نے فرمایا کہ مجذوب سالک ایک ہی مقام پر رہ جاتا ہے۔ جو ادنیٰ مقام ہے۔ حضور اکرمﷺ معراج شریف پر گئے۔ انہیں **سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰى** بلکہ **اَوْ اَدْنٰى** کا مقام عطا ہوا۔ لیکن پھر مالک الملک نے انہیں اپنی مخلوق کے اندر واپس انہی میں بھیج دیا تاکہ مخلوقِ خدا کی رہنمائی اور خدمت کریں۔ مجذوب کا معاملہ تو اسی طرح سے ہے جیسے کوئی شخص لاہور سے موہڑہ شریف آرہا ہو تو راستے میں گجرات یا لالہ موسیٰ یا کسی اور جگہ پر محو ہو کر بیٹھ جائے تو وہ اسی مقام کا ہو کر رہ جاتا ہے اور موہڑہ شریف نہیں پہنچتا۔ اصل مقام تو اللہ پاک کا قرب ہے اور راستے میں کسی اور مقام پر غور اور توجہ نہیں دینی چاہیے۔ سب کچھ دیکھتے ہوئے نگاہ بلند رکھنی چاہیے اور نہایت النہایت کی طرف سفر جاری رکھنا چاہیے۔

ذکرِ قلبی

حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ اپنا خیال درست رکھنا چاہیے اور ماسویٰ اللہ سے توجہ ہٹا کر اللہ کی طرف دل سے متوجہ رہنا چاہیے۔ دنیا کے کام، بال بچوں کی خدمت، عزیز و اقرباء کی خدمت، نوکری اور اکل حلال یہ سب کام کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن جب دل میں اللہ پاک کی یاد تاثیر کر جاتی ہے اور دل مالک کی یاد میں محو رہتا ہے تو یہ سب کام بھی عبادت ہو جاتے ہیں۔

حضورؒ نے فرمایا کہ ذکرِ قلبی پر مداومت نہایت ضروری ہے۔

چشم زدن غافل از آں ماہ نباشی
شاید کہ نگاہ کند آگاہ نباشی

کیونکہ فیضِ نگاہ رسد بر دلِ آگاہ را

حضور اکرمﷺ فرمایا کرتے تھے کہ چاہے میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا قلب اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ **وَعَيْنَایَ تَنَامُ وَقَلْبِیْ لَا تَنَامُ**

یہی طریقہ ذکر قلبی حضرت پیر صاحبؒ نے مجھے اور لکھو کھہا ذاکرین کو سکھایا اور یہی وہ طریقہ ہے جس کی مداومت سے انسان باحضور زندگی حاصل کرسکتا ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ کا مقام اعلیٰ

ڈھاکہ واپس پہنچے۔ میری بیوی بھی میرے ہمراہ تھی۔ ڈھاکہ سے آنے سے پہلے اور واپسی پر ہم دونوں نے کئی عجیب وغریب مکاشفات اور خواب مشاہدہ کئے۔ لیکن واپسی کے چند دن بعد میری بیوی نے ایک دلفریب خواب دیکھا کہ جیسے حضرت پیر **نظیر احمد** ؒ ایک خوبصورت تخت پر تشریف فرما ہیں جو بہت دور فضائے آسمانی میں **معلق** ہے اور حضرت پیر صاحبؒ نہایت شاندار اور خلعت فاخرہ پہنے ہوئے ہیں اور کرّہِ ارض بہت دور نیچے فضا میں حضورؒ کے پاؤں کے عین نیچے گھوم رہا ہے۔ اس خواب کا ذکر میں نے حاجی محمد سرفراز خان صاحبؒ سے کیا اور حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں بھی تحریر کردیا۔ اس خواب سے حضرت پیر صاحبؒ کا مقامِ قیومیت اور قطبیتِ دوراں اور غوثیتِ وقت صاف طور پر واضح ہوا۔

مجھے موہڑہ شریف پہلی دفعہ جانے سے پہلے کشفی رنگ میں اور خواب میں حضرت پیر **نظیر احمد** ؒ کا یہی مقام اچھے واضح طریقے سے دکھا دیا گیا تھا اور دل پر وہ بات بہت اثر کرگئی تھی۔

موجودہ زمانے کا طریقہ سلوک

بعد نماز عصر حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ اب زمانے کے تغیر وتبدل کے ساتھ طریقۂ سلوک بھی بدل گیا ہے۔

ایک وقت وہ تھا کہ اگر طالبِ حق تمام تر پاکیزہ صفت ہو لیکن ذرہ بھر بھی اس میں نقص ہو تو وہ بارگاہِ رب العزت سے دور رکھا جاتا تھا اور اب وہ دَور ہے کہ اگر کوئی شخص گنہگار ہو لیکن دل سے توبہ کرے اور دل سے مالک کی طرف متوجہ ہو جائے تو بہت جلد مدارجِ روحانی حاصل کرسکتا ہے۔ حضورؒ اس وقت جلالی کیفیت میں تھے اور فرمانے لگے کہ ہر سو سال کے بعد اور ہر پانچ سو سال کے بعد اور ہر ہزار سال کے بعد طریقہ سلوک بدل جاتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اب بفضلہٖ تعالیٰ مالک الملک کے کرم سے طالبِ حق کو بہت جلدی بارگاہ ایزدی میں رسائی ہو جاتی ہے اور پرانے سلوک ایک تاریخی اور جغرافیائی حیثیت رکھتے ہیں۔

طریقہ تعلیم

ارشاد فرمایا کہ آج کل سلوک اور طریقت کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔ عام طور پر جہلا اکٹھے ہوئے ہیں۔ لوگوں کو علم سکھانا بڑی خدمت ہے اور بہت ضروری ہے۔ البتہ حضرت اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ "لوگوں سے انکی عقلی سطح اور فہم کے مطابق بات کرو"

حضورؒ نے فرمایا کہ اَن پڑھ اور دیہاتی لوگوں کے سامنے حکمت اور فلسفہ کی باتیں نہیں کی جاتیں۔ وہ معقول بات ہمیشہ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ جس عقلی اور تعلیمی معیار کا کوئی طبقہ یا شخص ہو ان کے علم کے معیار سے ذرا تھوڑا سا اونچا رہ کر بات کرنی چاہیے۔

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

ارشاد فرمایا کہ فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ ہر شخص اپنی سمجھ اور خواہش لے کر حضورؒ کے پاس حاضر ہوتا ہے۔ عام طور پر دنیادار، احتیاج والے اور مصیبت زدہ لوگ حضورؒ کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور ان کی خدمت انکے حال کے مطابق کی جاتی ہے۔ تاکہ ان کو مالک الملک سے عشق اور محبت پیدا ہو اور مالک الملک ان کی مرادیں پوری فرمادیں۔ لیکن یہ خدمت جو اعلیٰ ترین خدمت ہے محض رضائے الٰہی کے لئے کی جاتی ہے۔ ہمیں کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ حضورؒ نے فرمایا کہ کئی دفعہ صبح جب میں دربار شریف مخلوقِ خدا سے ملنے کے لئے آتا ہوں تو واپس چلا جاتا ہوں اور دل سے مخلوق کا خیال نکال کر اور محض اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے خیال سے پھر واپس دربار شریف میں آتا ہوں۔ کبھی کبھار ہزاروں میں سے ایک شخص ایسا ہمارے پاس مالک الملک کا بھیجا ہوا آتا ہے جو دنیا کے بے شمار نقلی نسخے برت چکا ہوتا ہے اور جو صرف اللہ پاک کی یاد اور عشق اور محبت میں ہمارے پاس آتا ہے تو ایسے شخص کی خدمت اس کے حال کے مطابق کرنا ہمارا فرض ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہ راز جو ہمارے سینے میں مخفی ہیں اس کی راز داری کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ ورنہ نااہلوں سے اپنے اصلی راز کو چھپائے رکھنا بھی ہمارا فرض ہے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ دربار شریف کے باہر ایک کتا آ کر بیٹھ گیا۔ اس کی خدمت ہوتی رہی اور اس کو دونوں وقت اچھا کھانا اور گوشت مل جاتا۔ ایک دن جب حضورؒ دربار شریف میں مجمع عام میں تشریف فرما تھے تو وہ کتا ہڈیاں باہر سے اٹھالایا اور دربار شریف میں آ کر چباتا رہا اور پھر ہڈیاں وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ کتے کی اپنی سمجھ تھی۔

ذکر الٰہی

پھر حضورؒ نے فرمایا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴿الذریت : 56﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری غلامی اختیار کریں''

حضورؒ نے فرمایا کہ اکثر لوگ **لیعبدون** کا ترجمہ عبادت سے تعبیر کرتے ہیں لیکن حقیقتاً مدعا محض عبادت نہیں بلکہ عبودیت مطلوب ہے کیونکہ اس کی عبادت تو زمین و آسمانوں کی تمام مخلوق کرتی ہے۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴿التغابن :1﴾

''اللہ پاک کی تسبیح اور عبادت میں ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے مصروف ہے''

فرمایا: اللہ پاک کی عبودیت اور غلامی نہ صرف الفاظ و عمل سے بلکہ دل سے اور ذکر قلبی سے ضروری ہے۔ یہی ذکر ہے جو اللہ پاک کی حضوری کا ذریعہ ہے۔

وَاذْكُرِاسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴿المزمل:8﴾

''اپنے رب کا ذکر ایسے کرو کہ تمام چیزوں کو چھوڑ کر اسی کی یاد میں محو ہو جاؤ''

یہی ذکر جو ذات پاک میں محویت اور حضوری کا باعث ہے اور اس کے قرب کا ذریعہ ہو جاتا ہے لیکن یہ ذکر صرف اللہ پاک کی یاد، عشق اور محبت کے لئے کرنا چاہیے اور اس کی تابعداری کے لئے کرنا چاہیے۔ کسب زر یا دنیاوی خواہش کے لئے نہیں۔ مثلاً حضورؒ نے فرمایا کہ جیسے منہ کھانا کھانے اور پانی پینے، آنکھیں دیکھنے اور کان سننے کے لئے ہیں اسی طرح دل ذکرِ الٰہی اور اللہ پاک کی تابعداری کے اظہار کے لئے ہے۔ قولہ تعالیٰ ہے۔

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴿الکھف: 110﴾

''اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے''

لطائفِ خمسہ

پھر حضورؒ نے لطائف کا ذکر فرمایا اور ان لطائف کے ساتھ جو نور مختلف الالوان وابستہ ہیں ان کا ذکر فرمایا۔ حضورؒ نے فرمایا کہ **الحمد لله** مالک کے کرم سے آپ کو سب لطائف کی سیر کرا دی گئی ہے جس کا آپ کو بخوبی علم ہے۔ ہر لطیفہ ایک اولوالعزم نبی کے زیرِ قدم ہے اور لطیفۂ اخفیٰ جو حضور سرورِ کائنات ﷺ کے زیرِ قدم ہے اس پر اللہ پاک آپ کو دوام نصیب فرمائے۔ ایسے شخص کو جس نے لطائف کی سیر طے کر لی ہو بفضلہٖ تعالیٰ قالبِ لطیف عطا کیا جاتا ہے اور وہ جب بھی کسی جگہ یا کسی شخص یا کسی مقام کا سوچتا ہے تو وہ وہیں موجود ہوتا ہے۔ یہی فلسفۂ حضور اکرم ﷺ کی بیک وقت بے شمار خوش قسمت انسانوں کو زیارت کا ہے۔

مخلوقِ خدا کی خدمت

ارشاد فرمایا: مخلوقِ خدا کے ساتھ شفقت اور نرمی سے بات کرنی چاہیے۔ حکمِ الٰہی ہے۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا

''اور لوگوں سے اچھی بات کرو''

جب لوگوں کو نصیحت اور اللہ پاک کی طرف ترغیب دینی ہو تو یہ اور بھی ضروری ہے اور فرمایا: اللہ پاک کے دوست کے لئے نہ خوشی باعث خوشی ہوتی ہے اور نہ رنج باعث رنج۔ کیونکہ ایسے شخص کی منزل اور مقام تو ذات باری تعالیٰ ہوتی ہے اور

ہر چہ از دوست بآید نکو باشد

ہر چیز جو مالک الملک سے آتی ہے وہ بہت اچھی ہے

حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ رسول اکرمﷺ نے تین چیزیں دنیا کو بتائیں۔

1۔ عام رواج کی مخالفت

2۔ اللہ پاک سے خود ملنا اور لوگوں کو اللہ سے ملنا

3۔ خدمتِ خلق

اور فرمایا کہ نمبر 2 بھی خدمتِ خلق ہے اور بڑی عظیم بات ہے۔ کسی شخص کو جو غلط راستے پر جا رہا ہو صحیح راستہ بتانا بڑی اچھی بات ہے لیکن کسی شخص کو اللہ پاک کی ذات کی طرف متوجہ کرنا خدمتِ اعلیٰ ہے اور جو شخص ایسی خدمت انجام دیتا ہے اس سے اس کی اپنی روحانی ترقی بھی ہوتی ہے۔

نماز

حضور نے فرمایا: ہر اولوالعزم پیغمبر کو اللہ پاک کی طرف سے ایک نماز کا حکم ہوا۔ رسول پاکﷺ کو پانچ نمازوں کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے کوئی قیام میں، کوئی رکوع میں، کوئی سجود میں، کوئی قعدہ میں عبادت میں مشغول ہے۔ ان تمام عبادتوں کا مجموعہ نماز کی صورت میں حضور علیہ السلام کو عطا ہوا۔

نسبت رسولیﷺ

حضور نے فرمایا: نسبت رسولیﷺ ایک درخت کی طرح ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وفات کے بعد درخت کو مختلف شاخوں کی صورت میں لوگوں نے کاٹ کر بانٹ لیا ہے اب وہ درخت وہ نہیں رہا۔ شاخیں کٹ جانے سے درخت کی آب و تاب نہیں رہی۔ کوئی بادشاہت اور حکمرانی میں مصروف ہے، کوئی دولت اور علم کے حصول میں مصروف ہے، کوئی درویشی اور فقر میں مصروف ہے غرض ہر کوئی ایک دوسرے سے الگ ہے۔ دراصل یہ سب شاخیں ایک ہی درخت کا حصہ تھیں اور اب بٹ گئی ہیں۔ درخت کا حلیہ بگڑ گیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ زندگی ایسی ہونی چاہیے جیسی رسول اکرمﷺ نے دنیا کے سامنے پیش کی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پیغمبری بھی کی، بادشاہت اور حکمرانی بھی کی، سپہ سالاری بھی کی، غزوات بھی لڑے،

شادی بھی کی، عدل وانصاف بھی قائم کیا، درویشی بھی کی وغیرہ یعنی دنیا کے سب کام کرتے ہوئے پھر بھی مالک کی بارگاہ میں ہروقت حاضر رہے۔

مقصدِ حیات

حضورؒ نے فرمایا کہ انسانی زندگی ایک خاص مقصد کے لئے ہے۔ اللہ پاک نے انسان کو اس دنیا میں نہایت مختصر وقت دیا ہے۔ بشریت کے قالب میں ایک ایسی عظیم الشان شے رکھ دی ہے کہ جس میں لامحدود عظمتیں پنہاں ہیں۔ عام طور پر انسان دنیا میں آ کر بشریت سے مغلوب ہو جاتا ہے اور اس کی نورانی یا ملکی کیفیت پس پشت پڑ جاتی ہے۔ وہ اس دنیا کو ہی سب کچھ سمجھنے لگ جاتا ہے اور دنیا کی طرف ہی متوجہ ہو جاتا ہے۔ دراصل دنیا میں اس طرح رہنا چاہیے کہ دنیا کو نورانیت یا ملکیت سے مغلوب کیا جائے۔ دنیا اور اسباب دنیا سہولت اور قیام زندگی کے لئے ہیں اور زندگی صرف مالک الملک کی غلامی اور عبودیت کے لئے ہے۔ زندگی اللہ پاک کے عشق ومحبت اور یاد میں گزرنی چاہیے۔

فرمایا: زندگی کا اصل مقصد یہ ہے کہ بشریت کو مغلوب کیا جائے اور نسیان دور کیا جائے پھر آہستہ آہستہ اللہ پاک کی یاد اور عشق اور محبت کے غالب آنے پر ذاتِ احدیت سے جا ملے۔ جس طرح قند یا مصری پر پانی پھینکا جائے تو وہ آہستہ آہستہ پگھل کر پانی ہو جاتی ہے اسی طرح بشریت آہستہ آہستہ ذکرِ الٰہی سے نورانیت سے مغلوب ہو جاتی ہے۔

قوتِ آتش دیا سلائی میں مقفل ہے

حضورؒ نے فرمایا کہ ماچس کے اندر آگ مقفل ہے۔ آگ بڑی طاقت ہوتی ہے لیکن وہ ماچس جیب میں پڑی رہے تو محفوظ اور غیر مضر ہے۔ لیکن جونہی اسے رگڑ لگے تو وہ جنگل اور پہاڑوں کو آگ لگا سکتی ہے۔ اسی طرح ہر فرد کی استعداد ازلی اس میں پنہاں اور مقفل ہوتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس طاقت کو حاصل کیا جائے۔

ہردم حضوری

حضورؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کی ذات بہت قریب ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿ق: 16﴾

''اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اس سے زیادہ قریب ہیں''

صرف نسیان کو دور کرنے کی ضرورت ہے اور ہردم حضوری چاہیے۔ جیسے کوئی شخص ڈھاکہ (بنگال) سے موہڑہ شریف آیا ہے لیکن اس کا خیال ڈھاکہ ہی میں ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں رہنا ہے کہ ہردم خیال اللہ پاک کا ہی ہو اور زندگی باخدا ہو۔

مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا

حضورؒ نے فرمایا کہ حدیث قدسی ہے **مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا** "یعنی مرنے سے پہلے مرجاؤ"۔اس کے اصل معنی حضورؒ نے سمجھائے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دل کو دنیا سے الگ اور مالک الملک کے ساتھ پیوست کر دینا چاہیے۔ یہ مجاہدۂ نفس یا مخالفتِ نفس سے حاصل ہوتا ہے اور پیر کامل کی تعلیم اس کی رہنمائی کرتی ہے یعنی مرنے کے بعد جہاں جا کر ابدی زندگی گزارنی ہے اس مقام سے ابھی سے دل لگا لینا چاہیے۔ یعنی جیسے کوئی شخص ڈھاکہ سے موہڑہ شریف آیا گو وہ ظاہری طور پر موہڑہ شریف میں ہے لیکن اس کا خیال اپنے بال بچوں، اپنے کام کاج وغیرہ میں اپنی اقامت گاہ یعنی ڈھاکہ میں رہتا ہے۔ اس دنیا میں اس طرح وقت گزارنا چاہیے کہ **دست بکار و دل بیار** یعنی اگرچہ بظاہر کام کاج میں مصروفیت ہو لیکن دل اپنے محبوب کے ساتھ مشغول ہونا چاہیے۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔

عَيْنَایَ تَنَامُ وَقَلْبِیّ لَا تَنَامُ

"اگرچہ میری آنکھیں بظاہر سو جاتی ہیں لیکن دل ہرگز نہیں سوتا کیونکہ وہاں یادِ الٰہی بسی ہوئی ہے"

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ

حضورؒ نے فرمایا کہ حدیث مبارکہ ہے **تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ** یعنی اللہ تعالیٰ والے اخلاق کو اپنا اخلاق بناؤ اور اس کا نمونہ اپنے اخلاق حسنہ سے پیش کیا۔ مخلوقِ خدا اللہ پاک کی اپنی چیز ہے۔ اللہ پاک اس سے شفقت کرتا ہے۔ مخلوقِ خدا سے شفقت اور نرمی سے برتاؤ کرنا چاہیے اور ان کے دکھ کا مداوا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اصلی چیز عمل اور عبادت ہے اور اللہ پاک کی خوشنودی حاصل کرنے کا اعلیٰ ذریعہ ہے۔ یہ خدمتِ خلق اپنی روحانی ترقی اور دوام نسبت کا ذریعہ ہے۔

صفتِ تکوین

اللہ پاک کی ذات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا کیونکہ نہ تو وہ نظر آتا ہے نہ وہ معلوم ہے نہ وہ سمجھا جا سکتا ہے۔ جو چیز سمجھ میں آ جائے وہ حادث اور فانی چیز ہے جو ذات باقی یعنی ہمیشہ رہنے والی اور ابدی اور لازوال ہے۔ وہ کسی فانی کی سمجھ میں کیسے آ سکتی ہے۔ اصل مقصد ہے اللہ پاک کی ذات کا قرب حاصل کرنا اور اس میں جذب ہونا۔ جو شخص اس نیک مقصد کے ساتھ اللہ پاک کی یاد میں مصروف ہوتا ہے ایسے شخص کو بفضلہٖ تعالیٰ جب شیخ طریقت سے الحاق روحانی ہو جاتا ہے اس کا صدر شیخ کے صدر سے پیوست ہو جاتا ہے اور جو کیفیت شیخ پر گزرتی ہے وہی مرید پر گزرتی ہے۔ شیخ کے صدر سے رسول پاک ﷺ کے صدر اور پھر وہاں سے بارگاہِ ایزدی کا قرب نصیب ہوتا ہے۔ ایسے شخص کو مالک الملک کے

فضل سے کشفِ الٰہی نصیب ہوتا ہے اور پھر اسے عزتِ تکوین بخشی جاتی ہے یعنی اس کا خیال چونکہ مکمل طور پر مالک الملک کی طرف ہوتا ہے جو وہ سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔

اس مقام پر حضورؒ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص کو جن ّ لگ گیا ہے۔ وہ شخص بظاہر وہی ہوتا ہے جو پہلے تھا اور کھاتا، پیتا اور سوتا ہے لیکن اس کی حرکات وسکنات جن ّ کے اشارے پر ہوتی ہیں۔ بس یہی حال باخدا شخص کا ہوتا ہے۔ شکل وصورت میں وہ بظاہر وہی شخص وہی انسان ہوتا ہے جو پہلے تھا لیکن اس کی اندرونی حالت بدل چکی ہوتی ہے اور

گفتۂ او گفتہ ٔ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

وہ جو کچھ کہتا ہے وہ مالک الملک کے حکم سے کہتا ہے اگرچہ وہ بظاہر انسانی شکل میں بات کرتا ہے۔ ایسے ہی شخص کے متعلق کہا گیا ہے۔

جمالِ ہم نشین درمن اثر کرد
وگرنہ من ہمہ خاکم کہ ہستم

عبادت خالصتاً للہ

حضورؒ نے اپنے والد محترم حضرت باباجیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ شخص قصیدہ غوثیہ شریف کا عامل تھا اور ہر روز دستِ غیب سے اس کو سات روپے مل جاتے تھے۔ حضرت باباجیؒ نے مجلس میں بات چیت کے دوران فرمایا کہ عبادت، ریاضت سب اللہ پاک کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرنی چاہیے لیکن انہوں نے فرمایا کہ اس محفل میں ایک شخص ایسا موجود ہے جس کے سر پر سات خنزیر ہیں۔ اس شخص نے اپنی پگڑی میں سے سات روپے نکالے اور سامنے رکھ دیے۔ باباجیؒ کا مطلب یہ تھا کہ اس شخص کی عبادت محض سات روپے دستِ غیب سے حاصل کرنے کے لئے تھی جو بالکل غلط بات تھی۔

حاجی محمد سرفراز خاں صاحبؒ کا مشرقی پاکستان میں تبادلہ

خلیفہ حاجی محمد سرفراز خاں صاحب بھی تشریف لے آئے اور موجود تھے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ جب حاجی صاحب کا تبادلہ مشرقی پاکستان ہو گیا تو ہمیں خیال ہوا کہ شاید جانا پسند نہ کریں۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے جانے پر رضامندی کا اظہار کیا اور خوشی جتلائی اور کہا کہ جو خدمت اللہ پاک کو منظور

ہے وہ میں بخوشی بجالاؤں گا۔حضورؒ نے فرمایا کہ حاجی صاحب کی قیمت میری نگاہ میں پہلے سے دس گنا زیادہ ہوگئی کیونکہ حاجی صاحب کا بنگال جانا بفضلہٖ تعالیٰ بہت اچھا ثابت ہوا اور اس میں اللہ پاک نے بہتری پوشیدہ رکھی تھی۔

ہر چیز اپنے وقتِ مقررہ پر وقوع پذیر ہوتی ہے

حضورؒ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ جو سورۃ الکہف میں اللہ پاک نے بیان فرمایا ہے۔ ذکر فرمایا کہ کس طرح وہ اکٹھے سفر کر رہے تھے۔جس کشتی میں وہ جا رہے تھے اس کو حضرت خضرؑ نے توڑ دیا(کہ وہ جلد چھینی جانے والی تھی) ایک لڑکا قتل کیا(اس کے والدین کو اس کے عوض اللہ پاک نے ایک لڑکی عطا فرمائی جس کے بطن سے سینکڑوں انبیاء کا سلسلہ چلنا تھا) ایک دیوار کج تعمیر کی (جس کے نیچے خزانہ دفن تھا) حضرت موسیؑ نے ان باتوں پر ہر بار بے صبری اور گھبراہٹ سے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ ہر بار حضرت موسیٰؑ کو حضرت خضرؑ نے صبر کی تلقین کی لیکن آخر کار ان سے نہ رہا گیا اور حضرت موسیٰؑ کو سب معاملات کی تشریح کر دی اور کہا کہ اب آپ اپنا راستہ اختیار کریں اور ہم الگ ہوجاتے ہیں۔

حضورؒ نے سورۃ الکہف کا یہ واقعہ بیان فرمانے کے بعد کہا کہ ہر چیز کا اللہ پاک نے وقت مقرر کیا ہوتا ہے اور وہ اپنے وقت پر ہی ہو کر رہتی ہے۔مثلاً ایک حقیر مرغی اپنے وقتِ مقررہ پر ہی انڈا دیتی ہے۔ چاہے سارے جہاں کے علما یا لوگ اکٹھے ہو کر اس سے درخواست کریں کہ وقت سے پہلے انڈا دے دے لیکن ایسا نہ ہوگا۔سورج، چاند اپنے وقت پر ہی نمودار ہوں گے۔

توجہ الی اللہ

حاجی فضل الکریم صاحب جوڑھا کہ سے تشریف لائے ہوئے تھے اور جو صوبائی جوڈیشنل سروس سے ریٹائر ہو کر دینی کام میں مصروف تھے اور جنہوں نے انگریزی زبان میں مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ اور (Commentary) لکھی تھی وہ بھی حضورؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔حضورؒ نے انہیں اپنا اصلی مقصد بیان فرمانے کے لئے حکم دیا۔

انہوں نے عرض کیا کہ وہ حکومت الٰہیہ کا قیام چاہتے ہیں اور روحانیت کے مدارج حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؒ نے ان کی بات سن کر فرمایا کہ یہ تیز شخص ہے۔جس وقت حضورؒ نے حاجی فضل الکریم صاحب کو اپنا اصلی مقصد بیان کرنے کو فرمایا تھا تو اس وقت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ مجلس اصلی اور نہایت خصوصی ہے اور یہاں کی بات محفوظ ہے۔

حضورؒ نے جواباً فرمایا کہ جب کوئی شخص باغیچہ لگاتا ہے تو سب سے پہلے اس باغیچے کو پانی سے سیراب کرنا ضروری ہوتا ہے۔ پانی کی نالیاں جن سے باغیچے کو پانی پہنچتا ہے وہ تیار کی جاتی ہیں پھر باغ کے پودے لگائے جاتے ہیں اور

پانی لگایا جاتا ہے تا کہ پودے پھلیں، پھولیں اور شاداب ہوں۔ جب تک باغ کو نالیوں یا نہر کے ذریعہ پانی مہیا نہیں ہوتا باغ سرسبز اور شاداب نہیں ہوسکتا۔

حضورؒ نے حاجی فضل الکریم صاحب کو فرمایا کہ سب سے اہم کام یہ ہے کہ اول ذکرِ الٰہی سے اپنے قلب اور اپنے صدر کو سیراب کیا جائے اور پھر مالک الملک سے کرم کی امید رکھنی چاہیے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ جب تک کسی گھر یا مکان کے اندر بجلی کی تاریں ٹھیک نہ ہوں تو وہ پاور ہاؤس (Power House) سے بھی بجلی حاصل نہیں کرسکتا۔ جب اس کے گھر کے اندرونی اسباب ٹھیک ہوجائیں تو پھر جونہی پاور ہاؤس کے ساتھ اس گھر کا کنکشن (Connection) ہوتا ہے تو بفضلہٖ تعالیٰ وہاں بجلی اور روشنی پہنچ جاتی ہے۔ توجہ الی اللہ کا بھی یہی اصول ہے۔

رضائے الٰہی

حضرت پیر صاحبؒ نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک واقعہ جوان کی سوانح حیات (حیات جاودانی) میں حضورؒ نے پڑھا تھا، سنایا۔ کہ ایک گویّا جو تمام عمر مخلوقِ خدا کی خوشنودی کے لئے گانے سناتا رہا جب بوڑھا ہوگیا اور اس کے دانت گر گئے اور آواز خراب ہوگئی تو لوگوں نے اس کا گانا سننا بند کر دیا۔ اس گویّے کی کمائی اور روزگار ختم ہوگیا۔ نہایت مایوسی کی حالت میں ایک جمعۃ المبارک کے دن وہ گویّا ایک قبرستان میں گیا اور اس مقصد سے وہاں گیا کہ تمام عمر میں نے مخلوقِ خدا کی خوشنودی کے لئے گایا اور وہ مجھے چھوڑ گئے ہیں اس لئے آج میں محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے گاؤں گا۔ جو کل جہانوں کا مالک ہے اور اس سے اپنی تکالیف بیان کروں گا۔ جب جمعۃ المبارک کے خطبے کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اٹھے تو انہوں نے حاضرین کو فرمایا کہ ایک معذور اور مستحق غریب کے لئے چندہ جمع کرنا چاہیے۔ لوگوں نے دل کھول کر چندہ دیا۔ حضرت شیخؒ نے اپنے ایک درویش کو فرمایا کہ یہ سب روپیہ جو جمع ہوا ہے فلاں قبرستان میں ایک گویّے کو جا کر دے دو جو قبرستان میں گانے گا رہا ہے اور اسے کہہ دینا کہ تمام عمر تم نے مخلوقِ خدا کی خوشنودی کے لئے گانے گائے اور آخر مخلوق تجھے چھوڑ گئی آج تھوڑی دیر کے لئے تم نے صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے گانے گائے ہیں اور یہ مال روپیہ اس کا عوضانہ ہے۔

فقر اور مدارج ولایت

حضورؒ نے فرمایا کہ فقیر ہونا اور مدارج روحانیت و ولایت حاصل کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔ فقیر ہونے سے مراد با خدا ہونا ہے۔ یعنی ایسی زندگی کو حاصل کرنا مقصود ہے جس میں اللہ پاک کی یاد اور حضوری ہر دم میسر ہو۔ ایسی زندگی میں عرفانِ الٰہی نصیب ہوتا ہے لیکن مدارجِ ولایت کا حصول فرائضِ نبوت کے ادا کرنے سے ہوتا ہے۔ یعنی

جب کوئی باخدا شخص شیخ طریقت کی تعلیم اور حکم کے ماتحت لوگوں کی خدمت میں مصروف ہو جائے تو اللہ پاک اسے مدارجِ ولایت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

خدمتِ خلق

حضورؒ نے فرمایا کہ فرائضِ نبوت میں اعلیٰ ترین مقام خدمتِ خلق ہے لیکن ایسی خدمتِ خلق جس میں اپنی ذاتی کسی قسم کی غرض و غایت نہ ہو بلکہ وہ خدمتِ خلق محض اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے کی جائے۔ اس خدمتِ خلق کی بہترین صورت کسی شخص کو اللہ پاک کا راستہ بتلانا ہے اور پھر تعلیم و تربیت سے ایسے شخص کو اللہ پاک کی بارگاہ میں حاضر کرنا ہے۔ یہی تعلیم تھی جس کا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ذکر فرمایا ہے۔

دَرَسْتُ الْعِلْمَ حَتّٰی صِرْتُ قُطُبًا

وَنِلْتُ السَّعْدَ مِنْ مَّوْلَی الْمَوَالِ (قصیدہ غوثیہ شریف)

''میں نے علم ظاہری و باطنی کا درس یہاں تک لیا اور دیا کہ میں قطب ہو گیا اور اس درس و تدریس سے مجھ پر نیک بختی کا راز ظاہر ہو گیا اور میں رب العزت کی مدد سے منزل سعادت پا گیا''

حضورؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کی شان ہے کہ اس اعلیٰ ترین خدمتِ خلق سے تعلیم دینے والے کی بھی روحانی ترقی ہوتی ہے۔

ذکرِ قلبی کی تعلیم

حضورؒ نے فقیر صاحب بکوٹ شریف کا ذکر فرمایا کہ وہ قصیدہ غوثیہ شریف کا بہت ورد کرتے تھے اور اس کے عامل تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے حضورؒ سے اس شعر کا جو قصیدہ غوثیہ میں ہے، مطلب دریافت کیا۔

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ (قصیدہ غوثیہ شریف)

''اور قرب الٰہی میں ہر ولی اور صاحب قرب کا اپنا درجہ اور قدم جداگانہ ہے مگر میں اپنے جد بزرگوار کے قدم اور اس کے رتبہ کے ظل میں ہوں''

حضورؒ نے فقیر صاحب کو بتایا کہ اس شعر کا مطلب لطیفۂ اخفیٰ جو زیر قدم حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ ہے، اس کی مداومت سے ہے۔ فقیر صاحب یہ سن کر بہت ہی خوش ہوئے اور حضورؒ کے ساتھ دلی تعلقات ہو گئے اور جب وہ حضورؒ سے ملاقات کے لئے آتے تو علیحدگی میں بیٹھ کر باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور پیر صاحبؒ کے ایک

واقف نے عرض کیا کہ فقیر صاحب کو بیعت کرنے کی اجازت نہیں۔ حضورؒ نے فقیر صاحب سے پوچھا تو انہوں نے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ خواجہ عبد الغفور اخوندؒ سوات کے ایک خلیفہ کے مرید تھے اور انہیں دوسروں کو بیعت کرنے کی اجازت نہ تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک شخص کے اصرار پر اسے بیعت کیا اور ذکر کا طریقہ سکھایا۔ کچھ وقت کے بعد فقیر صاحب سخت بیمار ہو گئے اور ان کی روح متفقل ہو گئی اور لوگ سمجھے کہ مر گئے۔ فقیر صاحب کو اس دوران ایک خواب آیا جس میں انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک تاریک اور تنگ قبر میں مدفون ہیں اور سخت پریشان ہیں اور ان کا سانس گھٹتا ہے۔ اس پریشانی اور ضیق النفسی کی حالت میں انہیں ایک چیز خوش کرنے والی نظر آئی اور وہ ایک شعاعِ نور تھی جو ان کی طرف آ رہی تھی۔

وہ شعاعِ نور اس شخص کی طرف سے آ رہی تھی جس کو انہوں نے ذکر کا طریقہ سکھایا تھا اور جو ذکر میں مصروف تھا۔ اس شعاعِ نور سے انہیں تسکینِ قلب ہو رہی تھی۔ جب فقیر صاحب کو مالک الملک نے دوبارہ زندگی بخشی اور وہ صحت مند ہو گئے تو انہوں نے اس خواب کی تعبیر کے مطابق لوگوں کو بیعت کرنا اور ذکرِ قلبی سکھانا جاری رکھا۔

فراستِ مومن

اس مقام پر میں نے وزیر مہاجرین مشرقی پاکستان جناب مفیض الدین اور ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب پروفیسر آف فلاسفی اور سائیکالوجی (Philosphy and Psychology) ڈھاکہ یونیورسٹی کے متعلق عرض کیا اور ان کے کوائف اور خواب جو انہوں نے بتائے تھے عرض کئے۔

حضورؒ نے یہ سن کر پوچھا کہ یہ خواب ڈاکٹر صاحب کو آپ کے تعلق کے بعد آئے ہیں۔ جب میں نے عرض کیا کہ ایسا ہی ہوا ہے تو پھر حضورؒ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص دنیاوی محفل میں داخل ہوتا ہے تو اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن جونہی اس کا تعلق طریقت میں ہو جاتا ہے تو پھر وہ کسی دوسری جگہ سے اپنی اصلی حیثیت کو دیکھنے لگتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا:

اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُوْمِنِ هُوَ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ

''مومن کی فراست سے خبردار رہو کیونکہ وہ اللہ پاک کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے''

حضور نے مفیض الدین صاحب کے متعلق فرمایا کہ یہ شخص صحیح خیال والا معلوم ہوتا ہے اور اسے بشارتِ مناسبت ہے۔

اپنی علمیت کا اظہار

حضورؒ نے فرمایا کہ ایک شخص کا پچھلے دنوں خط آیا تھا۔ جس میں اس نے اپنی علمیت جتلانے کی کوشش کی تھی۔ حضورؒ نے اسے جواب میں لکھا کہ جب تک انسان اپنے علم کی نفی نہیں کرتا، طریقت اور سلوک میں داخل نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح ایک شخص نے شرارتاً آزمائش کے خیال سے خط لکھا تھا کہ جواب ملنے پر اخبارات میں چھاپ دے گا۔ حضور کو بفضلہٖ تعالیٰ اس شخص کا مدعا سمجھ میں آ گیا اور اسے لکھا کہ اگر دو شخص حضورؒ کے پاس آئیں جن میں ایک شخص ظاہری شکل وصورت میں صحیح ہو لیکن اندر سے کھوٹا ہو اور دوسرا شخص جو ظاہری شکل وصورت میں پوری طرح صحیح نظر نہ آتا ہو لیکن جس کا اندر بالکل صحیح ہو تو وہ ایسے دو روپیوں کے مطابق ہوں گے جن میں ایک کھوٹا ہے لیکن بظاہر چمکدار ہے اور اس کے نقوش بڑے ابھرے ہوئے ہیں لیکن بازار میں اس کی قیمت کچھ بھی نہیں۔ لیکن دوسرا شخص اس اصلی روپے کی طرح ہے جس کے نقوش چاہے مدہم ہوں لیکن اس کی دھات اصلی (چاندی) ہو اور جب بازار میں اسے لے جائیں گے تو چاہے سولہ آنے نہ سہی لیکن اس کے لگ بھگ پیسے مل جائیں گے۔

قربِ الٰہی کا حصول

فرمایا: اصول کی بات ہے کہ جہاں فقہ حدیث سے متضاد ہو تو فقہ ساقط ہو جاتی ہے۔ جہاں حدیث قرآن پاک سے تضاد کرے تو حدیث ساقط ہو جاتی ہے۔ روحانی عروج میں ایک مقام ایسا آتا ہے (کہ قرآن پاک سے آگے جانا ہوتا ہے) کہ انسان اللہ پاک سے قرب حاصل کر لیتا ہے۔ جو قرآن پاک کا اصل موضوع ''**لہٗ**'' ہے۔

سلطان الاذکار

حضورؒ نے لطائف کا ذکر فرمایا کہ ان کی سیر کے دوران ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ ہر عضو اور جسم کا ہر حصہ ذاکر ہوتا ہے جسے سلطان الاذکار بھی کہا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرتؒ کی تعلیم

اس جگہ پر حضورؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ کیا تم تمام باتوں کا کوئی نوٹ کرتے جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں حضورؒ کے تمام ملفوظات جس دن سے حاضر ہوا ہوں قلمبند کرتا جا رہا ہوں اور ان سب کو یکجا کر لیا ہے۔ میں نے حضورؒ کو وہ کتاب جو میں نے تیار کی تھی دکھائی۔ جسے حضورؒ نے ایک نگاہ ملاحظہ فرما کر پسند فرمایا اور پھر

مجھے واپس کر دی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ میں خوش ہوں کہ تم ان سب باتوں کو لکھتے جا رہے ہو کیونکہ یہ علوم اسرارِ الٰہی سے ہیں اور بہت سی اہم باتیں ایسی ہیں جو کسی تذکرے یا کسی کتاب میں نہ ملیں گی، نہ کسی بزرگ سے، نہ کسی کتاب سے بلکہ محض اللہ پاک کے کرم سے ہمیں نصیب ہوئی ہیں۔

حضور ﷺ کی نبوت تامہ

حضورؒ نے فرمایا کہ ہر نبی ایک خاص وقت اور خاص قوم یا خاص ملک کے لئے جزوی تعلیم لے کر آیا۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے رسول اکرم ﷺ چونکہ سب انبیاء کے سردار ہیں مالک الملک نے ان پر نبوت اور رسالت ختم کر دی ہے اور دین اسلام کی تکمیل اور اتمامِ نعمت فرما دی ہے۔ لہٰذا حضور سرور کائنات ﷺ کی تعلیم سب زمانوں اور سب طبقوں کے لئے ہے اور وہ تعلیم ابدی اور لازوال ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں اعلان فرمایا گیا ہے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴿المائدہ:3﴾

''اور آج کے دن ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا''

اعلیٰ حضرت کا کمال صبر و تحمل

عام طور پر حضورؒ کا دستور یہ تھا کہ مغرب کی نماز کے بعد تخلیہ نشین ہو جاتے تھے اور رات کا بیشتر حصہ یادِ الٰہی میں گزار دیتے۔ جب حج بیت اللہ شریف پر حضرت پیر صاحب 1958ء جون، جولائی کے مہینے میں تیس افراد کی جماعت کے ساتھ تشریف لے گئے تھے تو بفضلہٖ تعالیٰ اس جماعت میں مجھے بھی شمولیت کا نادر موقع نصیب ہوا تھا۔ حضور کے دونوں صاحبزادگان پیر ہارون الرشید صاحب اور پیر گل بادشاہ صاحب اور حاجی سردار محمد سرفراز خان صاحب بھی حضور کے ساتھ تھے۔ تمام سفر حج اور اس کے بعد بغداد شریف میں 12 جولائی سے 25 جولائی کے قیام کے دوران میں حضرت پیر صاحبؒ کی خدمت میں دن رات حاضر رہتا رہا۔ ماسویٰ مناسکِ حج اور خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں حاضری کے حضورؒ کا بیشتر وقت یادِ الٰہی میں گزرتا تھا۔ حالانکہ حج کے دوران حضورؒ کی طبیعت سخت ناساز تھی۔ جس کا علم ہمیں حج سے واپسی پر ہوا۔ حضورؒ کی زبان مبارک سے کبھی اُف تک بھی نہ سنا تھا۔ کمال صبر اور تحمل اور شفقت سے سارا سفر حج اور مابعد کا سفر گزر گیا۔

دوامِ نسبت

ایک مجلس میں دوامِ نسبت کے وجوہ کی تشریح فرمائی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کا راستہ لوگوں کو بتانا اور پھر مخلوق خدا سے **تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ** کے مطابق برتاؤ کرنا اصل چیز ہے۔ اللہ پاک کا راستہ بتانا محض خوشنودیِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے بڑی اعلیٰ خدمت خلق ہے۔ لیکن خدمتِ خلق اور اللہ پاک کے راستے کی تلقین اپنے آپ کے لئے بھی نہایت مفید اور نہایت ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرتؒ کا طریقہ تعلیم

حضورؒ نے فرمایا: **کَلِّمُو النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عَقُوْلِھِمْ**

حدیثِ مبارکہ ہے کہ لوگوں کے عقلی معیار کے مطابق ان سے گفتگو کرنی چاہیے۔ پڑھے لکھے لوگوں سے ان کے حال کے مطابق اور اَن پڑھ دیہقانی لوگوں کے لئے ان کے حال کے مطابق۔ عام طور پر مولوی صاحبان اور صوفیاء حضرات ایسا نہیں کرتے۔ وہ اپنی علمی لیاقت کا اظہار کرتے ہیں جس سے ان کی بات اثر نہیں رکھتی۔ بعض انبیاء بعض طبقوں کے لئے اور بعض ملکوں کے لئے مالک نے بھیجے۔ لیکن ہمارے رسول کریمﷺ جو انبیائے الٰہی کے سردار ہیں سب قوموں اور سب طبقوں اور تمام ممالک اور سب زمانوں کے لئے بھیجے گئے اور اللہ پاک نے ان پر اپنے انعامات اور اکرام بدرجہ اتم نچھاور فرمائے۔ اب آئندہ تا قیامت کوئی ولی اللہ بھی حضورﷺ کے نقش قدم پر چلے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔

حضورؒ نے فرمایا کہ مخلوقِ خدا سے شفقت، نرمی اور محبت سے بات کرنی چاہیے۔ رنج نہیں کرنا چاہیے، گھبرانا نہیں چاہیے۔ صبر اور تحمل سے اپنا کام جاری رکھنا چاہیے اور ہر وقت اپنی نگاہ بلند اور اصلی مقصد یعنی مالک الملک کی خوشنودی پر رکھنی چاہیے اور مالک کی بارگاہ میں قلبی طور پر ہر وقت حاضر رہنا چاہیے۔

سلوک اور ادب

حضورؒ نے اپنے والد محترم حضرت باباجیؒ کے چار مریدوں کا واقعہ سنایا۔

1۔ ان میں سے ایک مرید حالتِ وجد میں فوت ہوگیا۔

2۔ دوسرا حالت وجد میں ایک دفعہ اچھلا اور جب گرا تو ایک لکڑی اس کی ٹانگ میں گھس گئی اور چھ ماہ کے بعد نکالی گئی۔ وہ وجد کی حالت میں ایک دفعہ باباجیؒ کے ہمراہ حضرت صاحب کھّیاں شریف قبلۂ عالم حضرت نظام الدین صاحبؒ کی خدمت میں گیا لیکن غلطی سے وجد کی حالت میں وہ باباجیؒ سے پہلے حضرت صاحب کھّیاں شریف کی خدمت

میں جا پہنچا۔ انہوں نے فرمایا کہ بچہ اپنے سردار سے پہلے نہیں آنا چاہیے تھا اس وقت سے اس شخص کی حالتِ وجد ختم ہوگئی۔

3۔ تیسرا مرید جسے بھی وجد کی حالت رہتی تھی ذات کا جُلایا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ وہ عرش پر سیر کرتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کہیاں شریفؒ کے بڑے صاحبزادے صاحب موہڑہ شریف تشریف لائے۔ اُس وقت وہ مرید گھوڑے پر سوار تھا لیکن پاسِ ادب ملحوظ نہ رکھا اور صاحبزادہ صاحب کے سامنے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ حضرت باباجیؒ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس کی تمام کیفیتِ وجد ختم ہوگئی۔

4۔ چوتھا مرید جس کو بھی وجد آیا کرتا تھا، پنڈی کا رہنے والا تھا اس کے بہت سے مرید تھے اور لنگر بھی تھا۔ وہ ایک دفعہ لاف زنی کر رہا تھا اور کہتا تھا کہ موہڑہ شریف کے لنگر کی دال پتلی ہے اور اس کے لنگر کی دال ایسی ہے کہ اگر دیوار پر بھی ماری جائے تو وہاں ہی ٹک جاتی ہے۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ بچہ ہماری دال اگر پتلی ہے تو پھر یہیں رہنے دو۔ اس کے بعد اس شخص کی حالت بھی ختم ہوگئی۔

یہ واقعات سنانے کے بعد حضورؒ نے فرمایا کہ مالک الملک کا بے حد کرم ہے کہ اس نے آپ کو صحیح سمجھ اور صحیح عقل عطا فرمائی ہے۔ سلوک میں ادب بے حد ضروری ہے اور بڑی اصولی چیز ہے۔

اَلطَّرِیْقَةُ کُلُّهَا الْاَدَبُ

حضورؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پیر و مرشد کو صرف ایک بار ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا تھا اس کے بعد ان کا وصال ہوگیا اور والدم حضرت باباجیؒ نے تربیت فرمائی۔ میں نے تمام عمر جب سے طریقت میں قدم رکھا ہے اپنے پیر و مرشد اور خانہ کعبہ اور اپنے والد بزرگوار کی طرف کبھی پیٹھ نہیں کی۔ اس سمت کبھی تھوکا بھی نہیں اور آج تک میرے مرشد کا خیال میرے دل میں جاگزیں ہے۔

پیر و مرشد سے قلبی محبت اور ادب و احترام

حضورؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جب والدم حضرت باباجیؒ کہیاں شریف اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو قبلۂ عالم حضرت نظام الدینؒ نے اپنے بڑے صاحبزادے کا ہاتھ باباجیؒ کے ہاتھ میں دیا۔ اس سے قبل حضرت صاحبؒ کہیاں شریف نے اور باباجیؒ نے اپنے سینے سے کپڑا اتارا اور باباجیؒ کے سینے سے لگایا اور فرمایا کہ "تو میں اور میں تو"۔ جب حضرت صاحبؒ کہیاں شریف نے بڑے صاحبزادے کا ہاتھ باباجیؒ کے ہاتھ میں دیا تو حضور باباجیؒ نے از راہ کمال عقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اتنی بڑی مہربانی کا شکریہ اس طرح ادا کیا کہ موجود احباب کے سامنے اعلان کیا کہ حضرت صاحبؒ کہیاں شریف کا مطلب یہ ہے کہ اب تک تو تُو میرا غلام تھا اب آئندہ تو میرے بڑے صاحبزادے کا

غلام ہوگا اوراس طرح اپنی عقیدت میں مزید اضافہ کیا۔حالانکہ قبلہ عالمؒ کا اس عمل سے مدعا یہ تھا کہ انہوں نے اپنی اولاد کوبھی باباجیؒ کےحوالے کردیا۔

حضورؒ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا جب کسی مرید کواپنے پیرومرشد سے قلبی محبت اورعشق ہو جاتا ہےاور مالک الملک کے کرم سے ہمہ تن و ہمہ وجوہ مالک کی طرف متوجہ ہوجاتا ہےاوراپنے پیرومرشد کا پورا ادب اوراحترام کرتا ہےتو بفضلہٖ تعالیٰ پیرومرشد کا قلب اس شخص کی طرف خودبخود مائل ہونے لگتا ہےاور جب پیرومرشد کو اس مرید پراعتماد ہونے لگتا ہےتو خودبخود دولت لازوال جوپیرومرشد کے سینے میں مالک کی طرف سےعطا ہوئی ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ مرید کی طرف منتقل ہونےلگتی ہے۔حافظؒ نےاسی لئے کہا ہے۔

بہ مے سجادہ رنگیں کن گر پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود از راہ و رسمِ منزل ہا

ولایت اورمقامِ ارشاد

میں حاضرخدمت ہوا۔حاجی سردارمحمدسرفرازخان صاحب،مولوی نذیراللہ صاحب ڈھاکہ والےاورکئی دیگر احباب موجود تھے۔

حضورؒ نےفرمایا کہ پیرومرشد کی خاص توجہ سے ہی ولی اللہ بنتے ہیں۔مرید　20 سال خدمتِ شیخ میں مستعدرہے تو ایسے شخص کواپنے مرشد کی توجہ سے ولی اللہ کا مرتبہ نصیب ہوسکتا ہے۔لیکن ولایت اور چیز ہےاورمقامِ ارشاداور چیز ہے۔مقامِ ارشادولایت سے اوپر والے مدارج میں سے ہےاور یہ مقام فرائض نبوت سےتعلق رکھتا ہے۔ولی اللہ وہ شخص ہوتا ہےجس نے رسول مقبولﷺ کی قلبی متابعت کی اورسنت کی پابندی اختیار کی اورمجاہدہ اورریاضتِ شاقہ سے اپنےنفس کومغلوب کیا۔رسول پاکﷺ کی سنت کی متابعت کے بغیرسلوک ناممکن ہے۔پیرومرشدصادق کی توجہ کے بغیر مالک کی بارگاہ کا رستہ نصیب نہیں ہوتا۔جب مرید کی اپنی ہستی ختم ہوجاتی ہےاوراس کواللہ پاک کا قرب نصیب ہوتا ہےتواسے فنافی اللہ اور پھر بقاباللہ کا مقام نصیب ہوتا ہے۔

فقیری اورولایت میں تمام عبادت اورذکرفقیر یاولی اللہ اپنی ترقی روحانی اوراپنی ذات کے لئے اختیارکرتا ہے۔صاحب ارشاد کی توجہات اللہ پاک کے حکم سےمخلوق خدا کی طرف مرکوز ہوتی ہیں۔خدمت خلق اوراللہ پاک کا رستہ بتانا باعث ترقی مدارج روحانی ہوتا ہے۔اس مقام پرذکراورعبادت کم درجہ رکھتے ہیں۔اسی خدمتِ خلق سےفیض روحانی لازمی سے متعدی ہوتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے **لِكُلِّ قَوْمٍ هَاد** ہر قوم اور طبقہ کے لئے اللہ پاک نے ہادی اور نبی بھیجے لیکن ہمارے رسول مقبولﷺ سب قوموں اور سب طبقوں اور تمام زمانوں کے لئے بھیجے گئے اور ان پر نبوت مکمل فرما دی گئی۔ وہی ایک صراطِ مستقیم ہے جس سے تا قیامت مخلوقِ خدا اللہ کا رستہ اختیار کر کے کامیاب ہو سکتی ہے۔

جزامیوں کی خدمت

حضورؒ نے اپنا ایک واقعہ سنایا کہ حضرت بابا جی محمد قاسمؒ کے وقت میں موہڑہ شریف میں بہت سے جزامی مرد اور عورتیں اکٹھے ہو گئے تھے۔ جزامی عورتوں کو خود کسّی (ندی جو وادی کے اندر بہتی ہے) سے پانی لانے کی تکلیف ہوتی تھی۔حضور پیر صاحبؒ رات کے وقت تاریکی میں خاموشی سے کسّی سے پانی بھر کر جزامی اشخاص کے پاس چھوڑ آتے تھے۔ایک دفعہ دیر ہو گئی۔ جب گھڑا لے کر حضورؒ رات کے اندھیرے میں ندی پر پہنچے تو چند جزامی عورتیں پانی لینے گئی ہوئی تھیں۔حضورؒ نے ان کی امداد کرنے کے لئے ان سے پوچھا تو ان میں سے ایک عورت بولی ’’دیکھوتو! تم ہماری کیا مدد کرو گے۔کام تو وہ شخص کرتا ہے جو روزانہ ہمارا پانی بھرا کرتا ہے۔لیکن پتہ نہیں آج اس کو کیا ہو گیا ہے۔‘‘ اپنے لہجہ میں انہوں نے چند صلواتیں بھی سنائیں۔حضورؒ نے یہ سب ماجرا چپکے سے سنا اور پانی بھر کر واپس آ گئے۔

طریقۂ تبلیغ

اپنا ایک واقعہ بیان کیا: ایک دفعہ حضورؒ کچھ عرصہ کے لئے خاموشی سے کوہاٹ ایک مزار پر جا کر رہنے لگے۔ اس علاقے اور محلے کے لوگ موہڑہ شریف اور گولڑہ شریف دونوں کے سخت مخالف تھے اور برُا بھلا کہتے تھے۔حضورؒ چپکے سے یادِ الٰہی میں مصروف رہتے اور کسی کو اپنے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔ جو کوئی حضورؒ کے پاس آتا حضورؒ اس کی خدمت اس کے حال کے مطابق کرتے۔حتیٰ کہ آہستہ آہستہ وہ لوگ حضورؒ پر یقین اور اعتماد کرنے لگ گئے۔حضورؒ کے ہاتھ پر کئی لوگ بیعت ہو گئے اور حضورؒ نے سب کو یادِ الٰہی کا طریقہ بھی سکھایا۔کئی دنوں کے بعد راجہ فضل الٰہی بیر سٹر ایٹ لاء راولپنڈی جو حضرت پیر صاحبؒ سے بہت محبت کرتے تھے وہاں پہنچے۔ وہ حضورؒ کی تلاش کرتے ہوئے وہاں آئے تھے۔ ان کے آنے پر کوہاٹ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ حضورؒ موہڑہ شریف سے تشریف لائے ہیں۔اس وقت ان لوگوں کا موہڑہ شریف پر یقین مستحکم ہو گیا۔اور ان میں سے کئی موہڑہ شریف حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔

تکالیف اور ترقیِ درجات

حضورؒ نے فرمایا کہ مصیبت اچھی چیز ہے۔ نیک بندوں کی ترقی اسی میں ہے۔ اللہ پاک کا قرب تکالیف اور مصائب کے ذریعہ ہوتا ہے۔ بشرطیکہ انسان صبر، ہمت اور استقامت سے تکالیف برداشت کرے۔حضورؒ نے فرمایا کہ

مالک الملک نے دنیا خاص مطلب کے ماتحت تخلیق کی ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِ نْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴿ الذریت : 56﴾

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا کہ میری عبادت کریں''

اللہ پاک کا قرب حاصل کرنا زندگی کا اصل مقصد ہے۔ لوگ کعبۃ اللہ اپنے اپنے خیال کے مطابق حج کرنے جاتے ہیں لیکن اصلیت اور حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں۔ جیسا کہ پیر احسن الدین کو اللہ پاک نے منکشف فرمایا تھا کہ خانہ کعبہ کی حقیقت ہے ''اللہ''۔ صرف اللہ پاک کے قرب اور وصول الی اللہ کے خیال سے حج بیت اللہ پر جانا چاہیے۔

زندگی عالمِ اسباب کے مطابق بسر کرنی چاہیے

حضورؒ نے فرمایا کہ دنیا عالمِ اسباب سے مرتب ہے۔ انسان کو عالمِ اسباب ہی کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے اور رسول اکرمﷺ نے اس کی بہترین مثال دنیا کے سامنے پیش کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے حضور اکرمﷺ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا آپ نے قرآن کریم نہیں پڑھا؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں پڑھا ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرمﷺ کی تمام زندگی قرآن کریم کی عملی تفسیر تھی۔ **خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ۔**

مشیئت ایزدی عالمِ اسباب میں مستور ہے

فرمایا: ایک دن حضور سرور کائناتﷺ نے صحابہ کرامؓ کو دو کتابیں دکھائیں۔ رسول پاکﷺ نے فرمایا کہ میرے داہنے ہاتھ میں جو کتاب ہے اس میں ان لوگوں کے نام درج ہیں جو جنت میں جائیں گے اور بائیں ہاتھ میں جو کتاب ہے اس میں ان لوگوں کے نام درج ہیں جو جہنم میں جائیں گے۔ اس پر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اگر یہ معاملہ ہے تو پھر عبادت، ریاضت اور عمل کی کیا ضرورت ہے۔ رسول پاکﷺ نے فرمایا کہ آپ لوگ جیسا چاہیں کریں۔ سب احباب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ لیکن جونہی حضرت بلالؓ نے نماز کے لئے اذان دی تو فوراً سب اصحاب بھاگ دوڑ کر مسجد نبوی میں آن پہنچے۔ حضور اکرمﷺ نے پوچھا کہ کیا ہوا تم لوگ کیوں چلے آئے تو سب نے کہا کہ جب ہم نے اذان سنی تو ہم بیتاب ہو گئے اور ہم سے گھر ٹھہرا نہ گیا اور ہم بیتاب ہو کر مسجد میں چلے آئے۔ حضور انورﷺ نے فرمایا یہی مشیئت ایزدی ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ اس واقعہ سے مشیئت ایزدی کا پتہ چلتا ہے اور اس ہی سے انسان کو عالمِ اسباب کا ثبوت ملتا ہے۔ عالمِ اسباب اور عمل ہی سے انسان جنت اور جہنم کا حقدار بنتا ہے۔ انسان کو عالمِ اسباب سے ہی کام لینا

چاہیے کیونکہ مشیئتِ ایزدی عالمِ اسباب میں مستور ہے اور عالمِ اسباب مشیئتِ ایزدی کے ماتحت ہے۔

محنت اور کوشش ضروری ہے

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ دھوبی کو کپڑے صاف کرنے کے لئے کافی محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہ نہیں کہ سب کپڑے اکٹھے کر کے ان پر دو نفل پڑھ کر دعا کرے اور کپڑے خود بخود صاف ستھرے ہو کر استری ہو جائیں۔ لیکن حقیقت میں وہ ایسا نہیں کرتا بلکہ کپڑوں کو دھوبی بھٹی میں چڑھاتا ہے۔ اس کے بعد ان کو کوٹ کوٹ کر پیس پیس کر اور محنت سے صاف کرتا ہے۔ بیچ میں مصالحہ بھی ڈالتا ہے تاکہ کپڑے زیادہ صاف ستھرے ہو جائیں اور پھر وہ انہیں استری کرتا ہے۔ یہ سب اسباب ضروری ہیں۔ اگر کوئی مولوی صاحب محض نماز پڑھتا رہے اور کسبِ رزق کے لئے کوئی کام کاج نہ کرے تو وہ اس شخص کے ماتحت ہوتا ہے جو اس مسجد میں اس کو تنخواہ پر امام رکھتا ہے۔ ایسا شخص مولوی صاحب کو جب چاہے نکال سکتا ہے۔

نفس کی غلامی یا خدا کی غلامی

حضورؒ نے فرمایا کہ دنیا میں صرف دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو نفس کے غلام ہیں اور ان کی تمام عبادت نفس کی غلامی میں ہے اور دوسرے وہ لوگ جو اللہ کے غلام ہیں۔ ایسے اشخاص کی ہر حرکت اور ہر کام اللہ پاک کی غلامی میں ہوتے ہیں اس لئے وہ عبادت ہو جاتی ہے۔ یہ لوگ با خدا زندگی گزارتے ہیں اور اللہ پاک کی غلامی اور عشق میں جہاد کرتے ہیں اور قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ تو وہ عبادت کا حصہ ہے۔ حالانکہ قتل کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ ان کا جہاد اور مقاتلہ چونکہ اللہ پاک کی غلامی اور اللہ پاک کی خوشنودی کے لئے ہوتا ہے اس لئے بارگاہ ایزدی میں عبادت کا درجہ رکھتا ہے۔

جہاد بالنفس

اس موقع پر حضرت پیر صاحبؒ نے حاجی سردار محمد سرفراز خان صاحبؒ کے ایک رات پہلے کے خواب کا ذکر کیا جس میں انہیں مالک الملک کی طرف سے حکم ہوا تھا۔

وَقَاتِلُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﴿البقرة: 244﴾

''اللہ پاک کی راہ میں قتل یعنی جہاد کرو''

حضورؒ نے فرمایا کہ اصل معنی یہ ہیں کہ چُن چُن کر اپنی نفسانی خواہشات کو قتل کرو کیونکہ یہ اصل جہاد ہے۔

اگر اچھا کھانا نہ ملے تو خشک روٹی پر گزارہ کرو۔ اگر موٹر پر چڑھنا ممکن نہ ہو تو پیدل چلو۔ اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں اگر تکلیف اٹھاتے ہوئے آنا ہو تو ایسا کرو۔ کیونکہ یہ سب خواہشاتِ نفس کے ساتھ جنگ اور جہاد ہے۔

عرس شریف کی حاضری

حضورؒ نے فرمایا: لوگ عرس شریف پر اپنے اپنے مطالب اور اغراض لے کر آتے ہیں۔ اللہ پاک ان کے دلوں کے خیالات سے خوب واقف ہے۔ جو کوئی خیال لے کر آتا ہے اللہ پاک اس کی افزائش فرماتے ہیں۔ چاہیے کہ انسان صحیح خیال اور صحیح جستجو میں آئے اور کم از کم ان ایام میں یادِ الٰہی میں مصروف رہے تا کہ اللہ تعالیٰ کا کرم نازل ہو۔

مشیئتِ ایزدی

حضورؒ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ ایک بار حضرت باباجی محمد قاسمؒ کے ایک رشتہ دار جو دل سے ان کے حاسد تھے گہیاں شریف قبلہ عالم حضرت نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایسا وظیفہ عطا فرمائیں کہ جو دعا کروں اللہ پاک قبول فرمالے۔ حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا کہ تمہاری چیز تو حضرت باباجی محمد قاسمؒ (جن کو مسیاڑی والا پیر کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے) مسیاڑی والے پیر کے پاس ہے، وہاں جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص حضرت باباجیؒ کے پاس موہڑہ شریف آیا اور وظیفہ عطا کرنے کی عرض کی۔ باباجی نے اس شخص کو وظیفہ بتایا اور کہا کہ نصف رات کے وقت پڑھا کرو جو اللہ پاک سے مانگو گے مل جائے گا۔

دراصل اس شخص کا مدعا نیک نہیں تھا اور وہ حضرت باباجیؒ کی نسبت سلب کرنے کے لئے وظیفہ مانگ رہا تھا۔ لیکن اللہ پاک کی شان کہ اس شخص نے پورا ایک سال وہ وظیفہ پڑھنے کی کوشش کی لیکن اس شخص کو عین نصف شب یا تو نیند آجاتی یا اور کوئی مصروفیت مانع ہو جاتی یعنی مالک الملک کو اس شخص کے خبثِ باطن کا علم تھا۔ اس لئے اللہ پاک نے اسے ایک دفعہ بھی وظیفہ پڑھنے کی توفیق نہ دی۔ مشیئت ایزدی یہی تھی کہ وہ وظیفہ نہ پڑھ سکے۔

سورۃ الفتح اور تُرک حکومت

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ سے ایک صاحب جن کا نام محمد ہاشم تھا اور جو سرکار دوعالم ﷺ کے مزار اقدس مسجد نبوی میں بوّابوں کے سردار تھے موہڑہ شریف بحکم رسول اللہ ﷺ حاضر ہوئے اور باباجی محمد قاسمؒ سے بیعت ہوئے اور بہت دن موہڑہ شریف قیام فرمایا۔ اس دوران ایک دفعہ انہوں نے واقعہ سنایا کہ جب ترکوں پر مصیبت کا وقت آیا اور جنگ و جدال ہر طرف جاری تھی تو ترکوں کے مقامی اعلیٰ افسروں نے بہترین قاری کو بلایا اور دربار

رسالتﷺ میں حضرت عثمانؓ کا جمع شدہ اصل قرآن حکیم (جس پر ان کے خون کے چھینٹے بھی موجود تھے) لے کر قاری صاحب کو سورۃ الفتح پڑھنے کے لئے کہا لیکن خداوند کریم کی شان کہ وہ قاری صاحب باوجود انتہائی کوشش کے سورۃ الفتح صحیح الفاظ میں نہ پڑھ سکے اور دعا بھی صحیح طور پر ادا نہ کر سکے۔ کام نہ ہوا۔ محض اس لئے کہ اللہ پاک کی طرف سے توفیق عطا نہ ہوئی۔ اللہ پاک نے قرآن کریم میں آیت الکرسی میں صاف فرمایا ہے:

مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ﴿البقرۃ:255﴾

''جب تک اللہ کی رضا اور خوشنودی نہ ہو کسی کام کے لئے دعا کی توفیق بھی نہیں ملتی''

قبولیتِ دعا

حضورؒ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ قبروں پر جا کر بیٹھے رہنا اور قبروں سے اغراض مانگنا غلط ہے۔ اللہ پاک گھر، مسجد اور جنگل کے اندر بھی بلکہ ہر جگہ دعا سن لیتا ہے۔ اگر قبروں پر ہی کام ہونا ہوتا تو پھر حضرت ابراہیمؑ کی قبر پر معاملہ ختم ہو جاتا اور مالک الملک حضور سرور کائناتﷺ کو اس دنیا میں کیوں بھیجتے۔ سب معاملات قبروں سے ہی طے ہو جاتے۔ دراصل اللہ پاک نے عالمِ خلق ہی میں اپنے انبیاء اور اولیاء کا سلسلہ مقرر فرمایا تا کہ وقت اور زمانے کے مطابق مخلوقِ خدا کی ہدایت جاری رہے۔ ہمارے رسول پاک محمد مصطفیٰﷺ سب زمانوں اور سب قوموں اور سب طبقات کے لئے بھیجے گئے ہیں اور ان پر اللہ پاک نے اپنا پیغام مکمل کر دیا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴿المائدہ:3﴾

حضرت موسیٰؑ اور گڈریا

حضورؒ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور گڈریا والا قصہ سنایا کہ کس طرح گڈریا مست حال میں اللہ پاک سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا کہ میرے پیارے رب! اگر تو میرے پاس آتا تو میں تیرے بال سنوارتا۔ میں تیرے پاؤں کے کانٹے نکالتا وغیرہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اس گڈریے کو ایسی باتیں کہتے سنا تو اسے ڈانٹا۔ تو اللہ پاک ان سے ناخوش ہوئے کہ ہمارے دوست کو کیوں ایسا کہا۔ مولانا رومؒ نے مثنوی شریف میں یہ واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے اور پھر کہا ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ اے موسیٰؑ ''تو برائے وصل کردن آمدی، نَے برائے فصل کردن''۔ دوسری مرتبہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس گڈریئے کے پیچھے خود تشریف لے گئے تو وہ ڈر کر بھاگا اور گھبرا گیا۔ جب بات چیت ہوئی تو گڈریئے نے کہا کہ میں ہی غلطی پر تھا۔ اب بات سمجھ میں آ گئی ہے۔ مگر اس کی وہ کیفیتِ حال ختم ہو چکی تھی۔

اپنی ذات کی نفی

اس کے بعد حضورؒ نے ارشادِ قدسی فرمایا کہ دراصل مومن کا دل خانۂ خدا ہے یعنی اللہ کا گھر۔ اس میں سوائے اللہ پاک کی یاد کے اور کسی کی یاد کی دخل اندازی نہیں ہونی چاہیے۔ جب تک اپنی ذات ختم نہ ہو جائے۔ مالک الملک کی بارگاہ میں باریابی اور حضوری نصیب نہیں ہوتی۔ جب اپنی ذات ختم ہو جاتی ہے تو پھر بفضلہٖ تعالیٰ اللہ پاک کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔

چوں چشم از غیر پوشیدم جمالِ او عیاں دیدم
ہم اورا از جہاں بیروں ہم اورا در جہاں دیدم
چوں ز خود رفتم خدائی یافتم
از خدا جوئی رہائی یافتم

نذیر اللہ صاحب کو دستارِ خلافت

صبح حضورؒ نے کوئی سات بجے نذیر اللہ صاحب کو بلایا۔ نذیر اللہ صاحب حکومت مشرقی پاکستان میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز آفیسر تھے۔ دین سے ان کو قلبی تعلق تھا اور موہڑہ شریف میں عرس شریف کی حاضری کے لئے آئے ہوئے تھے۔

حاجی محمد سرفراز خاں صاحب اور میں حضورؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ہمیشہ زندگی باخدا رہنی چاہیے اور اللہ پاک کی مخلوق کی خدمت میں گزارنی چاہیے۔ نذیر اللہ صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ یہ شخص مخلص ہے اور پھر مجھے فرمایا کہ چونکہ اس نے تمہاری جانب اخلاص رکھا ہے اس لئے اللہ پاک نے اسے فائدہ دیا ہے۔ مولوی فضل الکریم مستری کی طرح نہیں ہے۔ اُس کو اگر ایک چیز بتائی جائے تو وہ چار باتیں اپنی طرف سے ملا لیتا ہے۔ نذیر اللہ صاحب کو حضور قبلۂ عالمؒ نے اجازتِ بیعت عطا فرمائی اور مجھے حکم دیا کہ نذیر اللہ صاحب کو تمہاری طرف کبھی پشت نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ تمہارا حکم ماننا چاہیے۔ اس سے اس کو فائدہ ہوگا۔

حضورؒ نے بیان فرمایا کہ کئی لوگ یہاں 30/40 سال عبادت کرتے رہتے ہیں لیکن مالک الملک کا ایسا کرم ہے کہ وہ ہماری نگاہ میں تمہارے مقابلے میں بہت نیچے ہیں۔ **الحمد للہ** کہ آپ کی زندگی باخدا ہے اور اللہ پاک کے ساتھ متصل ہے۔ جس کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔ پھر حضورؒ نے مجھے حکم دیا کہ تم نذیر اللہ صاحب کو دستارِ خلافت پہناؤ اور اسے اجازتِ بیعت دو۔ حضورؒ نے پگڑی میرے ہاتھ پکڑائی لیکن میں نے عرض کیا کہ حضور قبلۂ عالمؒ کی موجودگی میں میں ہرگز ایسی جرأت نہیں کر سکتا اور عرض کیا کہ حضورؒ اپنے دست مبارک سے نذیر اللہ صاحب کو پگڑی پہنائیں۔

چنانچہ حضورؒ نے دستار خلافت نذیر اللہ صاحب کو باندھ دی اور آخری لڑی مجھے مکمل کرنے کا حکم دیا جس کی میں نے تعمیل کی۔ پھر حضورؒ نے نذیر اللہ کو اجازتِ بیعت عطا فرمائی اور رخصت دے دی۔

حفیظ جالندھری کو فرمان

قریباً 9 بجے صبح حفیظ جالندھری صاحب کو حضورؒ نے یاد فرمایا۔ علی الصبح کوئی ساڑھے چھ بجے جب حاجی صاحب، حفیظ صاحب، نذیر اللہ صاحب اور میں چائے پی رہے تھے تو حفیظ صاحب نے بتایا کہ رات ایک خواب میں انہوں نے دیکھا جیسے نذیر اللہ صاحب دولہا کے لباس میں بہت ہار پہنے اور سہرا گلے میں ڈالے ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور ہم سب ان کے پیچھے پیچھے پیدل چل رہے ہیں۔ یہ خواب سنانے کے بعد حفیظ صاحب ابھی تیار ہو رہے تھے کہ اعلیٰ حضرتؒ نے نذیر اللہ صاحب کو یاد فرمایا۔ اس سے پہلے حاجی صاحب کو اور مجھے حضورؒ نے یاد فرمایا تھا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ نذیر اللہ صاحب کو حضورؒ نے دستارِ خلافت بخشی اور رخصت عطا فرمائی۔

حفیظ جالندھری صاحب کو حضورؒ نے حاجی صاحب، پیر ہارون الرشید صاحب اور کثیر مخلوق کے سامنے اپنی ایک چھوٹی لیکن دیدہ زیب مخملی لحاف عطا فرمائی (حفیظ صاحب کی یہ بڑی خواہش تھی) حضورؒ نے حفیظ صاحب کو کہا ''جاؤ! اللہ پاک تجھے دونوں جہانوں میں عزت فرمائے گا۔ جاؤ! اللہ کے نوکر بن کر اللہ کی مخلوق کی خدمت کرو۔ تمہارا کلام اور شاعری اب خلقت کے لئے نہیں بلکہ صرف خالق کے لئے ہونی چاہیے۔ اور مخلوقِ خدا کی ہدایت کے لئے اپنا کلام وقف کر دو گے تو حافظ شیراز سے اللہ پاک تمہیں زیادہ بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔ اگر تم چاہو تو حافظ شیراز خود حاضر ہو کر تم کو یہ بتا دے گا۔''

دوپہر کو حضورؒ نے بہت مخلوقِ خدا کو جو عرس مبارک کے لئے آئے تھے رخصت فرمایا۔ حفیظ صاحب جن پر حضورؒ کے ارشادات کے بعد ایک وارفتگی سی طاری تھی۔ انہوں نے بڑی رقت سے حضورؒ کے سامنے حضورؒ کی شان میں ایک نظم پڑھی اور بھی چند لوگوں نے نظمیں پڑھیں۔ حفیظ صاحب کو بھی حضورؒ نے رخصت عطا فرما دی۔

تصورِ شیخ

اس دوران حضورؒ نے فرمایا: چند ایک ضروری باتیں ہیں جو کرنی ہیں۔ حضورؒ نے شیخیت کے متعلق فرمایا کہ تصورِ شیخ وغیرہ سب غلط ہے۔ تصدیقِ شیخ ضروری ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ وسیلہ ہے۔ اس مشاہدہ اور جمال کا جو مقصود ہے۔ شیخ کی اپنی ذات ختم ہو چکی ہوتی ہے اور وہاں کوئی اَور موجود ہوتا ہے۔

حضرت نظام الدینؒ اور راجہ شیر احمد والئی دراوا

اعلیٰ حضرتؒ نے فرمایا: راجہ شیر احمد والئی دراوا(کشمیر کا علاقہ جس میں ٹہیاں شریف واقع ہے) نے حضرت نظام الدینؒ کے والد بزرگوار حضرت سلطان ملوکؒ کو جب انہوں نے جنگل سے حضرت سلیمان تونسویؒ کے مزار کی تعمیر کے لئے کچھ لکڑی کٹوائی اور دریا میں ڈال دی تو راجہ شیر احمد کے آدمیوں نے وہ لکڑی روک لی اور حضرت سلطان ملوکؒ کو گرفتار کرلیا۔ دو دن گرفتاری میں رکھا۔ جب حضرت نظام الدینؒ کو معلوم ہوا تو وہ فوراً نہایت سرعت سے دو دن کی مسافت آدھے دن میں طے کر کے دراوا پہنچے اور راجہ شیر احمد کے دربار میں سیدھے جا کر شیر احمد سے فرمایا ''شیر احمد! تم حرامی ہو، تم نے میرے باپ کو کیوں گرفتار کیا؟''

شیر احمد کے مصاحب لوگ اس پر بہت برہم ہوئے اور حضورؒ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔ شیر احمد نے کہا کہ انہیں گرفتار کر کے زمین میں گاڑ دیا جائے اور کتے چھوڑ کر مروا دیا جائے۔ حضرت نظام الدینؒ نے شیر احمد کو فرمایا ''تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ لیکن یاد رکھو اگر شام تک تیری حکومت ختم ہوگئی تو سمجھنا کہ نظام الدین کی دعا سے اللہ پاک نے تجھے برباد کیا اور اگر اس کے بعد تیری سلطنت ٹوٹی تو پھر سمجھ لینا کہ یہ مشیّت ایزدی تھی۔'' اُسی شام سے پیشتر ڈوگرہ فوج نے دراوے پر حملہ کیا اور راجہ شیر احمد بمع بال بچوں کے بھاگ کر چلاس میں پناہ گزیں ہوا۔ جہاں وہ ذلیل اور خوار ہوا۔

وہاں کے مقامی حاکم جو پہلے راجہ شیر احمد کے ماتحت ہوا کرتا تھا اس نے شیر احمد کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا جس سے وہ بہت ذلّت محسوس کرنے لگا اور پا پیادہ ٹہیاں شریف پہنچا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اس نے کفن پہنا ہوا تھا۔ مائی صاحبہ کے پاؤں پر گر کر عرض کی کہ مجھے حضرت کے حضور پیش کیا جائے۔ مائی صاحبہ نے ترس کھا کر خدمت اقدس میں پیش کیا تو راجہ نے قبلہ عالمؒ کے پاؤں پر گر کر عرض کیا کہ ''یا حضرت! یہ میرا سر اور تلوار دونوں حاضر ہیں یا تو اس تلوار سے سر قطع کیا جائے یا پھر میرے سر پر تاج رکھا جائے۔''

حضورؒ نے پوچھا ''تیرا تاج کس نے چھینا ہے؟''

جواب میں اس نے عرض کیا ''آپ نے''

تین چار گھنٹے تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ آخر حضرت قبلہ عالمؒ نے فرمایا ''میں لکھ چکا ہوں کہ تو اب اس ریاست میں نہیں رہ سکتا۔ تیرے بیٹے کو اب دوسری جگہ سلطنت مل جائے گی۔''

چنانچہ جس جگہ کا حکم ہوا تھا وہاں جا کر اس کے بیٹے کو واقعی حکومت مل گئی لیکن حکم ہوا کہ اس کا ایک قریبی عزیز ہمیشہ جیل میں رکھا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کو تکوینی امور میں دخل دینے کی سعادت بخشتا ہے۔

موہڑہ شریف

حضورؒ نے فرمایا کہ تکلیف اور بیماری اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز اللہ کے حکم کے تابع ہے اور اللہ پاک کو اس کے متعلق بخوبی علم ہوتا ہے کہ کیوں تکلیف آتی ہے۔ پھر فرمایا کہ جب کوئی شخص صحیح خیال سے موہڑہ شریف آتا ہے تو اللہ پاک اس کو شفا بخش دیتا ہے۔ شفا دراصل دوا میں نہیں اللہ پاک کی مشیئت میں ہے اور اللہ پاک کی مشیئت اسباب میں مستور ہوتی ہے۔

حضورؒ نے اسی ضمن میں چند واقعات سنائے کہ کس طرح جب کوئی مریض حضورؒ کی خدمت میں شفا کے لئے عرض کرتا ہے تو جو دوا حضورؒ ان کو دیتے ہیں اللہ پاک اس سے ان کو شفا بخش دیتا ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ حضورؒ کے پاس دربار شریف میں صرف سرمہ موجود تھا۔ وہ مرید کو دیا گیا اور وہ ٹھیک ہو گیا۔

والئی بھوپال کی بیگم صاحبہ

حضورؒ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی حضورؒ پر گزرا کہ درد گردہ کی تکلیف ہو جاتی تھی اور اس مرض کے لئے حضورؒ ہمیشہ اپنے پاس ایک دوا رکھتے تھے۔ ایک موقع پر جب حضورؒ نواب حمید اللہ خان مرحوم والئی بھوپال کے مہمان تھے اور اس کے محل میں ہی ٹھہرے ہوئے تھے تو رات کے وقت نواب صاحب کی بیگم صاحبہ کو درد گردہ کی تکلیف ہو گئی۔ نواب صاحب کا ایک خادم حضورؒ کے پاس آیا کہ دوائی لی جائے۔

حضورؒ اس وقت استراحت فرما رہے تھے اور حضورؒ کے خادم نے نہ جگایا اور خود ہی وہ دوا جو حضورؒ استعمال کرتے تھے نواب صاحب کے خادم کو دے دی۔ اس کے استعمال سے بیگم صاحبہ کی طبیعت اور زیادہ خراب ہو گئی۔ چنانچہ نواب صاحب کے نوکر حضورؒ کے خادم کے پیچھے پڑ گئے اور اسے بُرا بھلا کہنے لگے۔ وہ گھبرا گیا اور اس نے حضورؒ کو جگا دیا اور معاملہ بیان کیا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے وہی دوا اپنے دستِ مبارک سے بیگم صاحبہ کو بھجوائی۔ مالک الملک نے اپنے کرم سے انہیں جلد شفا بخش دی۔

ھلاّ شاہ مراد کے پیر صاحب

حضور نے ھلاّ شاہ مراد جو ساہیوال میں ایک مقام ہے وہاں کے ایک پیر کا واقعہ سنایا۔ وہ پیر صاحب ایک دفعہ موہڑہ شریف آئے اور رمضان شریف کے روزے نہ رکھے۔ ان کا لڑکا بیمار ہو گیا۔ باباجیؒ نے اس کو حضورؒ کی خدمت میں بھیجا۔ حضورؒ باہر پہاڑ پر چڑھ گئے اور وہ حضورؒ کے پیچھے پیچھے پہنچا۔ حضورؒ نے جب اس کو دیکھا تو فرمایا کہ دراصل تیرا لڑکا نہیں تو خود بیمار ہے کیونکہ تو خلقِ خدا کو دھوکا دیتا ہے۔ پہلے توبہ کرو۔ پھر حضورؒ نے اسے تین دفعہ کلمہ طیبہ پڑھوایا اور اس نے اقرار کیا اور توبہ کی اور حضورؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے وہ لڑکا بہت جلد ٹھیک ہو گیا۔

خیال کی درستی

حضورؒ نے فرمایا کہ خیال کی درستی اصل چیز ہے۔ تعویذ اور دعائیں کوئی خاص چیز نہیں۔ یہ عوام کے لئے ہیں۔ جب کوئی شخص با خدا اور صحیح طور پر با خدا ہو جاتا ہے تو اس کا خیال ہی مالک کے کرم سے دوا بن جاتا ہے۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ غوث اور قطب محض صحتِ خیال سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ صحیح طور پر اللہ پاک سے وابستگی رکھنی اور درستی ٔخیال لازمی چیز ہے۔

بُعد اور فاصلہ کی حقیقت

حضورؒ نے فرمایا کونج (Crane) ایک پرندہ ہے جو مغرب میں ریت کے اندر انڈے دیتا ہے اور پھر بعدۂ مشرق کی طرف پرواز کر کے چلا جاتا ہے۔ یہ پرواز موسم کی تبدیلی پر ہوتی ہے لیکن مشرق میں اپنے انڈوں سے دور اپنی گرمئ خیال سے وہ کونج اپنے انڈوں کو پختہ کرتی ہے اور وہ بچے نکل آتے ہیں۔ حضورؒ نے فرمایا کہ بُعد اور فاصلہ کوئی چیز نہیں۔ وثوق اور اتصال ٹھیک رہنا چاہیے۔ اللہ پاک نے جو منصوبہ بنایا ہے اس کے مطابق ہر ذرہ اپنی اپنی جگہ پر مقرر ہے۔ اللہ پاک اگر چاہتا تو انبیاء اور اولیاء اللہ دنیا میں نہ بھیجتا ان کے بغیر ہی کام لیتا۔ لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور نوازش ان لوگوں پر تھی کہ باری تعالیٰ نے ان کی بہتری کے لئے ایسا نظام قائم کیا۔ اللہ پاک اگر کوئی تکلیف دیتا ہے تو اس میں ضرور بہتری ہوتی ہے۔

صبر واستقلال

صبح حضورؒ نے سندھ کے ایک رئیس محمد علی صاحب جو حضورؒ کے پرانے مرید تھے ان کا ذکر فرمایا کہ وہ اپنے سب قبیلے کو موہڑہ شریف لانا چاہتے تھے۔ قبیلے کے لوگوں نے اس خیال کی مخالفت کی۔ محمد علی صاحب نے حضرت پیر صاحبؒ کو چٹھی لکھی اور تمام قصہ بیان کیا۔ حضرت پیر صاحبؒ نے جواب میں صرف اتنا لکھا۔

لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ﴿القلم: 48﴾

''مچھلی والے کی طرح نہ بن''

یہ قرآن کریم کی آیت حضرت یونسؑ کے متعلق ہے۔ یعنی حضرت یونسؑ کی طرح اپنی قوم یا قبیلے سے خفا نہ ہو اور بیتاب نہ ہو۔ صبر کرو۔ حضورؒ کا مطلب اس آیت کے لکھنے سے حضرت یونسؑ کا واقعہ محمد علی صاحب کو یاد دلانا تھا اور صبر واستقلال کی تلقین تھا۔ لیکن رئیس محمد علی صاحب نے اس آیت شریف کو وظیفہ سمجھا اور اس کے معنی نہ سمجھے اور حضورؒ کے خط کو سنبھال کر رکھ چھوڑا۔

دراصل پیر صاحبؒ نے فرمایا ہمارا مطلب محمد علی صاحب کو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بے صبری اور بیتابی اچھی نہیں۔ صبر سے اور ملائمت سے کام لو۔ اور اللہ پاک سے مغفرت اور توبہ کی درخواست کرتے رہو۔ قرآن پاک میں حضرت یونسؑ کو حکم ہوا تھا کہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ** کا ورد کرو۔ کیونکہ اس کے ساتھ خداوند کریم نے اجابتِ دعا اور معافی کا وعدہ وابستہ فرمایا ہے۔

باریکئی نظر

حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ باریکئی نظر پیدا کرنی چاہیے۔ ہر چیز پر غور کرنا چاہیے۔ ہر چیز میں اللہ پاک کا نور ہے لیکن مالک الملک کی ذات بے نیاز ہے اور ہر خیال و وہم سے بالاتر و برتر ہے۔ اس لئے ہمیشہ اس سے معافی مانگتے رہنا چاہیے اور گزرے ہوئے وقت کا خیال کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ پاک کی یاد سے کسی طرح غفلت نہ ہو اور فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص قربِ ذات سے مشرف ہو جاتا ہے تو اس کی اپنی ذات بیچ میں سے ختم ہو جاتی ہے اور وہاں کوئی اور ذات آ جاتی ہے۔ جیسے میاں محمد صاحبؒ نے فرمایا ہے۔

قطرہ ونج پیا دریا وے اوہ کی کہاوے
جس وچ اپنا آپ گنواوے اوہی اوہ بن جاوے

تصرف

فرمایا: باریکئی نظر رکھنے والے شخص کو اللہ پاک ایسی عزت بخشتا ہے کہ تمام اشیاء اور مخلوقات کو اس شخص کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے ایسے شخص کی مرضی وہی ہوتی ہے جو اللہ پاک کی مرضی ہوتی ہے اور وہ جو کچھ سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے۔ یہ تصرف کی اعلیٰ قسم ہے۔ ایسا شخص متصرف کہلاتا ہے۔ دوسری قسم تصرف کی وہ ہے کہ جس لطیفے پر اللہ پاک کسی شخص کو مداومت کی توفیق بخشتا ہے تو اس لطیفے کے اثرات مصروف کار ہو جاتے ہیں اور اپنا اثر دکھانے لگتے ہیں مثلاً اگر ملک شام میں مالک الملک نے کسی کو تعلیم دینی ہو تو متصرف کا لطیفہ متصرف کی شکل بن کر وہاں پہنچ جاتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہوتا ہے کہ جیسے کوئی درویش مصروف ہو اور اس کا لطیفہ بطور گماشتے کے اس کے نام پر دستخط کر کے چٹھی وصول کرے یا بھیج دے اور بعدہ اس درویش کو مطلع کر دے۔

باریکئی خیال

حضورؒ نے فرمایا: باریکئی خیال بہت ضروری چیز ہے اور یہ بھی اللہ پاک کی طرف سے عطا ہوتی ہے۔ جب تک اللہ پاک کی طرف سے توفیق نہ بخشی جائے کسی کام میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ قرآن پاک میں ہے۔

مَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَشۡفَعُ عِنۡدَہٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِہٖ ﴿البقرۃ:255﴾

''کون ہے جس کی اجازت کے بغیر اس سے سفارش کر سکے''

حضورؒ نے اپنے والد بزرگوار بابا جیؒ کا ذکر فرمایا کہ ان کی سفارش سے ایک شخص سؔہیاں شریف حضرت نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بابا جیؒ کی سفارش پر قبلۂ عالم نے اس شخص کو کہا کہ آپ کے سوال کا جواب دوسرے دن دیں گے۔ رات کو کھانے کے وقت نوکر سے تھوڑی سی دال اس شخص کے کپڑوں پر گر پڑی تو وہ شخص بہت سیخ پا ہوا اور بہت غصہ دکھایا اور بدمزاجی کا ثبوت دیا۔ دوسرے دن صبح حضرت صاحب سؔہیاں شریف نے بابا جیؒ کو فرمایا کہ یہ شخص ابھی کچا ہے اور کڑکڑاتا ہے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک شخص جو ان کی خدمت میں موجود تھا، حکم دیا کہ کچھ لونگ ان کے مصلّے پر ایک پوٹلی سے نکال کر لے آئے۔ وہ شخص چھ عدد لونگ نکال کر لے آیا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے سمجھ لیا کہ یہ شخص عقل والا نہیں کیونکہ اگر باریکئی خیال ہوتی تو وہ وتر تعداد میں یعنی 3 یا 5 یا 7 لونگ لاتا۔ اللہ پاک کی ذات احد اور وتر ہے اور وہ ہر چیز جو وتر ہو پسند فرماتا ہے۔ اس شخص کی آزمائش ہو گئی۔

درویش کی نگاہ میں مخلوقات کی حقیقت

حضورؒ نے فرمایا کہ درویش کی نگاہ میں دنیا اور تمام مخلوقات کی حقیقت ذرہ برابر بھی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ اس کی نگاہ مالک الملک پر لگی ہوتی ہے جو تمام عالموں اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اس کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ مالک الملک کا قرب نصیب ہو جائے۔ تو پھر تمام عالم اس کا تابع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی اپنی ذات ختم ہو چکی ہوتی ہے۔

ولی اللہ کی صحبت

حضورؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کا غلام، اللہ پاک کا دوست یعنی ولی اللہ کی صحبت کا کمال اثر ہوتا ہے۔ وہ جس جگہ رہتا ہے جس زمین پر چلتا ہے اس کی قیمت اَور ہو جاتی ہے۔ اسی لئے **ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ** (الحدیث) یعنی اولیائے کرام کا ہم مجلس کبھی بد بخت نہیں ہو سکتا۔ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے تسکینِ قلب اور نورانی ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ایک معمولی جزامی (Leper) شخص کئی صحت مندوں کو جو اس کے ساتھ یا قریب آئیں، بیمار کر دیتا ہے تو کیا اللہ کا دوست اپنے ہم مجلس احباب پر اثر انداز ہوئے بغیر رہ سکتا ہے؟

آگ کی گرمی اس کے قریب کھڑے ہوئے اشخاص کو فوراً محسوس ہو جاتی ہے۔ یہی حال اللہ کے ولی کا ہوتا ہے۔ اس سے ملنا اور اس کے ساتھ بیٹھنا یقیناً اثر انداز ہو جاتا ہے بفضلہٖ تعالیٰ۔ پھر حضورؒ نے فرمایا کہ ہر وقت اپنا دل مالک کی یاد سے گرمائے رکھنا چاہیے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جو اس کی حضوری سے خالی ہو۔ خدمتِ خلق برائے رضائے

خالق یہ اعلیٰ ترین ذریعہ خدمت ہے اور فریضہ ہے۔ صرف یہ خیال رہے کہ اس خدمت میں اپنی غرض بالکل نہ ہو۔ پھر ایسی خدمت اپنی روحانی ترقی کا باعث بھی ہوجاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے اور شفقت اور نرمی فرماتا ہے۔

اپنا خیال اور سلوک

حضرت پیر صاحبؒ نے الحاج مولانا فضل الکریم اور جناب نذیر اللہ صاحب جوڑھا کہ سے حضورؒ کو خاص طور پر ملنے کے لئے کئی دن موہڑہ شریف میں قیام کر گئے تھے ان کا ذکر فرمایا۔ نذیر اللہ صاحب کی حضورؒ نے بہت تعریف کی اور اسے صحیح اور مخلص شخص گردانا۔ ان کا رویہ حضورؒ کو درست اور ٹھیک اور پسندیدہ محسوس ہوا۔ مولانا فضل الکریم صاحب کے متعلق حضورؒ نے فرمایا کہ وہ اچھا آدمی ہے لیکن اپنا خیال پہلے رکھتا ہے جو سلوک میں غلط بات ہے۔ نذیر اللہ صاحب صحیح خیال رکھتے ہیں اس نے اپنا خیال ختم کر دیا ہوا ہے۔ حضورؒ نے نذیر اللہ کا خط جو ڈھاکہ سے اس نے حضورؒ کو لکھا تھا، دکھایا۔

حضورؒ نے یہاں ایک عورت جو موہڑہ شریف میں رہتی تھی اس کا ذکر کیا۔ وہ عورت رات بارہ بجے بہت خوش الحان طریقہ پر اللہ کا ذکر کیا کرتی تھی۔ جس کو حضورؒ سن کر خوش ہوتے تھے۔ ایک رات اس عورت نے ذکر نہ کیا۔ جب وہ اگلے روز دربار شریف میں حضورؒ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئی تو حضورؒ نے دریافت فرمایا کہ رات ذکر کیوں نہیں کیا۔ اس عورت نے جواب دیا ''ذکر میرا ہے نا میرے باپ کا ہے، ذکر تو ذکر والے کا ہے۔ جب وہ چاہتا ہے کہ میں ذکر کروں تو میں ذکر کرتی ہوں۔'' حضورؒ نے فرمایا کہ یہ بہت اچھا جواب تھا۔

استغفار

فرمایا: دل میں میل نہیں آنے دینی چاہیے۔ جب بھی ذرا غفلت ہو تو فوراً استغفار پڑھ کر پھر اللہ پاک کا ذکر شروع کر دینا چاہیے۔ جہاں تک ہو سکے دل کو اللہ پاک کی یاد سے غافل نہ ہونے دیں۔ جب تک اللہ پاک سے انسان دور ہوتا ہے اَور بات ہوتی ہے۔ لیکن جب اللہ پاک کے فضل سے مالک الملک کا قرب نصیب ہوجائے تو پھر زیادہ ہوشیار اور احتیاط لازمی ہوجاتی ہے۔

قلبِ انسانی مالک الملک کا آئینہ ہے

فرمایا: جہاں تک ہو سکے دنیاوی اور بشری معاملات پر زیادہ نگاہ نہیں رکھنی چاہیے۔ دل کو جو مالک الملک کا آئینہ ہے صرف مالک الملک کی یاد سے منور رکھنا چاہیے اور صاف وشفاف رکھنا چاہیے۔

تحریک قادیانیت اور ختم نبوت 1953ء

29 مارچ 1953ء کو موہڑہ شریف میں حاضری کا موقع ملا۔ ان دنوں قادیانیت اور ختم نبوت کے سلسلے میں فسادات برپا ہوئے تھے۔

حضورؒ نے فرمایا کہ افسوس کا مقام ہے کہ اس فتنہ وفساد میں بہت سے پیر صاحبان اور گدی نشین شامل ہوئے۔ ان کی یہ حرکت اچھی بات نہ تھی۔ اس لئے ان لوگوں کو پشیمانی اٹھانی پڑی۔ ایسے لوگ پیر ومرشد کیسے کہلا سکتے ہیں جو ایک قادیانی وزیر کو ہٹانے کی ہمت نہیں رکھتے۔ اصل پیر ومرشد تو وہ ہوتے ہیں جن کے خیال سے حالات بدل جاتے ہیں۔ دراصل بہت سے مدعیان ولایت دنیادار لوگ ہیں اور باخدا نہیں ہیں۔

حضورؒ نے فرمایا کہ حضورؒ کی خدمت میں بہت سے پیر صاحبان حاضر ہوئے کہ قادیانیوں کے خلاف شمولیت فرمائیں۔ حضورؒ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ دنیا میں ہو اور ہم برزخ میں ہیں۔ ہم لوگ دنیا سے دور ہیں اور دنیاوی فسادات سے دور ہیں۔ ہم دنیا میں فساد اور ابتری نہیں چاہتے۔ ہم تو اللہ پاک کی مخلوق کو اور دنیا کو اسی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس نگاہ سے اللہ پاک اپنی مخلوق کو دیکھتا ہے۔ جب اللہ پاک بارانِ رحمت دنیا میں بھیجتا ہے تو وہ بلا امتیاز ہر قسم کی زمین اور ہر جگہ پر برستی ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں ہمارے حال پر رہنے دو۔ ہماری نگاہ میں کافر اور مرزائی وغیرہ سب اللہ پاک کی مخلوق ہیں اور ان میں فتنہ وفساد اچھی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی عزت وتوقیر کا خود محافظ ہے اور فرمایا کہ ان پیروں اور گدی نشینوں سے وہ لوگ بہت بہتر ہیں جنھوں نے فتنہ قادیانیت 1953ء میں گولیاں کھائیں اور جانیں دیں۔ وہ لوگ دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر کٹ مرے اور اللہ سے جزا کے حقدار بن گئے۔

ولی اللہ اور مرشد کا مقام

حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ دراصل ولی اللہ اور مرشد تو وہ شخص ہوسکتا ہے جس کے خیال کے مطابق حالات بدل جائیں۔ اگر کسی شخص کے گھر میں ایک نوکر ہو یا کوئی جانور، گھوڑا یا کتا بھی ہو تو مالک اس نوکر اور ان جانوروں کا لحاظ کرتا ہے۔ چہ جائیکہ کوئی شخص اللہ پاک کا دوست ہو اور مالک الملک نے اسے اپنا قرب عطا فرمایا ہو۔ اللہ پاک کے دوست ہمیشہ غالب اور فوقیت پر ہی رہیں گے۔ قرآن حکیم شاہد ہے:

فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿المائدہ: 56﴾

''بے شک خدا کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے''

نظامِ حکومت

حضورؒ نے فرمایا کہ اللہ پاک کے فضل و کرم سے ہمارے دل پر ذرہ بھر بھی ان دنیاوی تنازعات، فسادات حکومت وغیرہ کا خیال نہیں آتا کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے وہ مالک کی مشیئت کے ماتحت ہو رہا ہے اور اللہ پاک جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے۔

حضور غوث الاعظمؒ اور خلیفۂ وقت

حضورؒ نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کا ایک واقعہ سنایا کہ جب بفضلہٖ تعالیٰ مخلوق خدا ان کی طرف بے حساب متوجہ ہوگئی تو خلیفہ وقت کے مشیروں نے کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ باغی ہیں اور ان کو دربار میں بلایا جائے۔ چنانچہ ایلچی بھیجا گیا۔ اس کو آنحضرتؒ نے جواب دیا کہ ہمارے دل میں تمہاری تمام بادشاہت کی قدر و قیمت ایک جو کے دانے کے برابر بھی نہیں۔ جب یہ بات خلیفہ کو پہنچی تو اس کے مشیروں نے اسے اَور طیش دلایا اور خلیفہ کو کہا کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ پر فوج کشی کر دی جائے۔

چنانچہ ایک کثیر التعداد فوج (30/40 ہزار آدمی) آنحضرتؒ کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کی گئی۔ جب فوج حضور کے آستانہ مبارک کے قریب پہنچی تو آنحضرتؒ کی خدمت میں خادموں نے عرض کی کہ خلیفہ نے حضورؒ کو گرفتار کرنے کے لئے فوج کثیر بھیجی ہے۔ اس وقت حضورؒ کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا جو حضورؒ نے الٹا کر دیا اور نیچے رکھ دیا۔ اس کے بعد سلطانی فوج لاپتہ ہوگئی۔ کئی دن گزر گئے تو حضرت شیخ عبد القادرؒ کی خدمت میں حاضرین مجلس نے عرض کی کہ بادشاہ کی فوج لاپتہ ہوگئی ہے تو حضورؒ نے وہ پیالہ جو الٹا کر کے نیچے رکھ دیا تھا اس کو سیدھا کر دیا اور فرمایا کہ دراصل میں ہی بھول گیا تھا۔ فوراً فوج سامنے حاضر تھی۔ کئی مرے ہوئے، کئی نیم مردہ، کئی بیمار، کئی زخمی، سب فوج خراب حال تھی۔

وسیلہ

حضورؒ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ ﴿المائدہ: 35﴾

''اے ایمان والو خدا سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ تلاش کرو''

اگر کوئی شخص کسی کی خوشامد کرے تو وہ اتنی کارگر نہیں ہوتی جتنی کہ اس شخص کے بچوں کی خوشامد کام دے جاتی ہے۔ اللہ پاک اپنے دوستوں کی بات کی قدر فرماتا ہے اور جو کوئی ان کے پاس جاتا ہے اللہ پاک اس کی سن لیتا ہے۔ حدیث پاک ہے:

هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ ﴿الحديث﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جن کی صحبت میں بیٹھنے والا نامراد نہیں رہتا''

حضورؒ کا جنگل نشینی کا وقت

فرمایا: وہ وقت بہت سہانا تھا جب آپؒ جنگل میں 12 سال رہے۔ طبیعت بہت خوش رہی لیکن بحکم ربی واپس مخلوق میں آنا پڑا اور مخلوق کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ مخلوق کی خدمت جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، بہت بڑی خدمت ہے۔

حضورؒ نے فرمایا: جب حضرت بایزید بسطامیؒ کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ خلقت کی طرف متوجہ ہو جاؤ تو وہ کہنے لگے کہ یا الٰہی تو مجھے اسی حال میں رہنے دے۔ اگر تو میرا بھید فاش کرے گا تو میں تیرا بھید فاش کر دوں گا۔ لیکن اللہ پاک نے فرمایا کہ تو محبوبِ سبحانی ہے تو ایسا نہیں کر سکتا۔ تجھے ہمارا حکم ماننا ہی ہوگا کیونکہ محبوبِ سبحانی اللہ کا بھید کبھی فاش نہیں کرتا۔

زمین اور مٹی کی حقیقت

حضورؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ بفضلہٖ تعالیٰ تین گھنٹہ تک جب حضورؒ متوجہ ذات باری تعالیٰ تھے تو اللہ پاک نے زمین اور مٹی کی حقیقت کشف فرمائی۔ وہ ایسی حقیقت ہے کہ اگر سارے پہاڑ سونے کے بھی ہو جائیں تو ایک پاؤ بھر مٹی ان سے زیادہ قیمتی ہوگی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ وہ ایسا علم ہے کہ جو ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور نہ سمجھ میں آ سکتا ہے۔ اس کے لئے اور ہی زندگی کی ضرورت ہے۔

اللہ کا دوست

حضورؒ نے فرمایا اگر ایک کمرے میں دس یا پندرہ تیل کے لیمپ پڑے ہوں تو محض ان کی موجودگی سے وہ کمرہ یا مکان روشن نہیں ہو جاتا۔ لیکن اگر ان لیمپوں میں سے محض ایک لیمپ تیل سے بھرا ہوا ہو اور اسے روشن کیا جائے تو وہ خود بھی روشن ہوتا ہے اور تمام کمرے یا گھر کو بھی روشن کر دیتا ہے۔ یہی حال اللہ کے دوست کا ہوتا ہے۔

فنا فی اللہ

حضورؒ نے فرمایا: جب کوئی شخص خالصتاً اللہ پاک کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو پھر اس کی اپنی ذات ختم ہو جاتی ہے اور اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ ایسا شخص جو سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ وہی سوچتا ہے جو مالک کی طرف سے ہوتا ہے۔ ایسے شخص کی ذات ملکیت ہے۔ اس کی بشریت ختم ہو جاتی ہے۔

تزکیہ نفس

فرمایا: ایک صاحب چمن کی طرف جا رہے تھے۔حضورؒ نے اس کے اصرار پر اس کی دستار بندی تو کر دی لیکن حضورؒ کا خیال تھا کہ ابھی اس میں کچھ آلائشیں باقی ہیں۔ وہ شخص چند ماہ کے بعد واپس آیا اور اس نے سنایا کہ اسے ایک خواب آیا کہ ایک بہت بڑا کڑاہا ہے اس میں گھی اُبل رہا ہے۔ وہاں ایک طرف رسول کریمﷺ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کے قریب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں اور کڑاہے کے قریب حضورؒ (یعنی حضرت پیر نظیر احمدؒ) خود کھڑے ہیں اور لوگ وہاں مرغ صاف کر کے بال اتار کر لاتے ہیں۔ٹانگیں اور آلائشیں وغیرہ اندر سے صاف کر کے لاتے ہیں اور حضورؒ ان مرغوں کو گھی میں تل کر سرخ کر کے واپس دیتے جاتے ہیں۔ اس شخص کا مرغ بال و پر، انتڑیوں سمیت اور غلاظت وغیرہ سمیت ہے اور وہ بھی اسے پیش کرتا ہے اور حضورؒ اس کو بھی کڑاہے میں تل کر واپس دے دیتے ہیں لیکن اس مرغ کی غلاظت وغیرہ اس کے اندر ہی رہتی ہے۔ وہ شخص حضورؒ کے پاس آیا اور عرض کی کہ حضورؒ اس کی صفائی فرما دیں۔

حضورؒ نے فرمایا کہ کوئی شخص خدمتِ خلق پر خود بخود معمور نہیں ہوتا بلکہ اللہ پاک کے حکم کے ماتحت معمور ہوتا ہے۔اس کے لئے ضرورت ہے کہ پہلے تزکیہ نفس ہو اور قلب کو تمام آلائشوں سے پاک کیا جائے تا کہ اللہ پاک کا نور اس شخص پر نازل ہو۔

اصلی کام

فرمایا: اللہ پاک کی نوکری کرو۔ وہی اصلی کام ہے۔ باقی سب چیزیں طفیلی ہیں۔

صحیح تعلق

حضورؒ نے فرمایا: اللہ پاک سے صحیح تعلق پیدا کرنا لازمی ہے۔ایسے ہی جیسے بجلی گھر سے بجلی کے حصول کے لئے تعلق لازمی ہے۔ یہ تعلق نسبت رسولﷺ کے حصول پر مبنی ہے۔

تسکین قلب

حضورؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا شخص جو با خدا زندگی رکھتا ہو اس کو بفضلہٖ تعالیٰ تمام تفکرات سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ اس کی توجہ مالک کی طرف رہتی ہے۔ وہ جو سوچتا ہے اپنے مالک کی طرف سے سوچتا ہے کیونکہ وہی مالک کی مرضی ہوتی ہے۔البتہ جلدی کسی کام میں نہیں کرنی چاہیے۔ ہونے والے واقعات جو اللہ کی مرضی کے مطابق ہوں گے ان کا انتظار کرنا چاہیے۔ **لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ** ﴿القلم: 48﴾

عملی سعی وکوشش

اعلیٰ حضرت پیر صاحبؒ نے فرمایا: ہم سب کا مشاہدہ ہے کہ ہر کام کے کرنے کے لئے پختہ ارادہ اور اس پر متواتر عمل کرنا پڑتا ہے مثلاً گندم حاصل کرنے کے لئے دانہ کو زمین میں بونا پڑتا ہے۔ جو مناسب زمین اور مناسب وتّر میں بویا جاتا ہے۔ پھر وہ اُگتا ہے۔ کونپل سے ننھا پودا اور پھر بڑا ہو کر اس میں خوشے لگتے ہیں اور پکتے ہیں۔ زمیندار کو ہر سٹیج پر دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے۔ پکے ہوئے خوشے سے وہ دانے نکال لیتا ہے۔ یہ گندم ہوتی ہے۔ اب اس گندم کے دانوں کو پیسا جاتا ہے۔ آٹا گوندھا جاتا ہے پیڑے بنا کر روٹی پکائی جاتی ہے اور تنور یا توے پر پکائی جاتی ہے۔ تب وہ کھانے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ یہ سارے کام عملی ہیں۔ اگر کوئی شخص دوزانو بیٹھ کر دعائیں کرتا رہے تو گندم کے بیج بونے سے روٹی خود بخود پک کر اسے حاصل نہیں ہوگی۔ اسی طرح کپاس سے روئی تیار کرنی پڑتی ہے پھر اسے دھننے کے بعد چرخے پر کاتا جاتا ہے پھر متعدد مرحلوں (Processes) سے گزارا جاتا ہے تب جا کر کپڑا میسرآتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ کپاس کے بیج کا ڈھیر سامنے رکھ کر محض دعاؤں سے ہمارے تن ڈھانپنے کے لئے کپڑا خود بخود تیار ہو جائے۔ مدعا یہ ہے کہ سلوک کے لئے بھی اپنے شیخ کی رہنمائی میں متواتر سعی وکوشش لازمی ہے۔

وظائف کیسے پڑھے جائیں

حضورؒ نے فرمایا: وظائف پڑھتے وقت دل بھی حاضر ہو اور قلبی تصدیق سے پڑھے جائیں۔ اگر وظائف کی تعداد زیادہ ہو تو اپنے ہم خیال اور ہمدرد اصحاب سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔

سمجھدار بچے بھی شامل ہوسکتے ہیں۔ ورنہ جس کو حکم ہو وہ خود ہی پڑھے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

شریعت، طریقت اور معرفت

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا:

شریعت را مقدم دار اکنوں
طریقت از شریعت نیست بیروں

پھر چند مثالیں دے کر سمجھایا۔

ایک مثال: **شِیر** (دودھ) کی ہے۔ **شِیر** ہو تو (دہی) بن سکتا ہے۔ دہی ہے تو مسکہ (مکھن) بن سکتا ہے۔ مسکہ ہے تو روغن (گھی) بن سکتا ہے۔

یعنی اگر دودھ ہوگا تو اس سے دہی تیار ہوگی۔ پھر دہی سے مکھن اور بعدہٗ جو مقصود ہے مکھن سے گھی

تیار ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں شریعت سے ہی طریقت اور معرفت کا حصول ممکن ہے۔

دوسری مثال: درخت ہے تو اس کا تنا اور شاخ بھی ممکن ہے۔ شاخ ہے تو برگ و پھول بھی ممکن ہے۔ برگ و پھول ہے تو پھل بھی ممکن ہے

یعنی اگر درخت ہی نہ ہو تو اس کی شاخ، پتے، پھول اور پھل کیسے ممکن ہوگا۔

تیسری مثال: اخروٹ کا پوست ہے تو باریک چھلکا ہے۔ باریک چھلکا ہے تو مغز (گری) ہے۔ اگر مغز (گری) ہے تو روغن ہے۔

یعنی اخروٹ کے پھل کا اگر پوست ہی نہ ہو تو اندرونی باریک چھلکا نہیں ہوسکتا اور اگر وہ چھلکا جو مغز کو ڈھانپے ہوئے ہے، نہ ہو تو مغز غیر ممکن اور اگر کوئی مغز ہی نہیں تو اس کے اندر کا روغن (تیل) کیسے پیدا ہوگا۔

اس طرح کی روز مرہ کی اَور مثالیں بھی ارشاد فرمائیں اور فرمایا اگر شریعت کو چھوڑ دیں تو پھر طریقت، معرفت حاصل نہیں ہوسکتیں۔

اپنے مرشد کی دستار کی نقل

ایک دفعہ دربار شریف میں حاضری دی تو حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ کئی مریدوں نے میرے موافق پگڑی باندھنی شروع کر دی ہے تاکہ لوگوں میں وقار زیادہ ہو۔ اب اگر ان میں سے کسی کی پگڑی کو کوئی داغ (دھبہ) لگ جائے تو پھر ہمارے سلسلہ کی بدنامی ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؒ خلفا صاحبان کی دستار بندی تو حضورؒ نے کی ہوگی۔ فرمایا شاید ان میں سے کچھ کی دستار بندی کی ہو۔ ویسے عام آدمیوں نے خود بخود نقل کرنی شروع کر دی ہے۔ چونکہ یہ لوگ دستار کے آداب ہی نہیں جانتے تو وہ اس پگڑی کی کیا قدر کر سکیں گے۔

جہانہ قصاب کا واقعہ

حضور پیر صاحبؒ کی علالت کے دنوں کا واقعہ ہے۔ ایک شخص جہانہ قصاب عرس شریف کے ایام کے لئے لنگر کے لئے بیل ذبح کر کے گوشت تیار کر رہا تھا۔ عرس شریف کے اختتام پر حضورؒ سے ملاقات کر کے دربار شریف سے باہر آ گیا۔ اتفاق سے مجھے دربار شریف کے باہر ملا اور مجھے کہا کہ وہ حضور پیر صاحبؒ سے دوبارہ ملنا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ اجازت ہونے کے بعد پھر وہ اندر نہ جائے۔ مگر وہ کسی طریقے سے اندر چلا گیا۔ میں بھی وہیں موجود تھا۔

جب جہانہ دوبارہ پیش ہوا تو حضورؒ نے فرمایا کہ تمہاری ملاقات اور اجازت ہو چکی ہے۔ مگر اس نے نہایت عاجزی سے سوال کیا کہ میری چھ سال کی سروس ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ان چھ سالوں میں دس بارہ دفعہ تو عرسوں پر تم آئے ہوگے اور اس دوران تمہیں تعلیم بھی ملتی رہی۔ اس پر تم نے کتنا عمل کیا ہے؟

ایک مثال بیان فرمائی کہ زمیندار بڑی مشقت سے گندم بوتا ہے اس کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ جب وہ تیار ہو جاتی ہے تو اسے کاٹ کر کھلیان بناتا ہے۔ پھر اسے گاہتا ہے، صاف کر کے دانوں کا ڈھیر لگاتا ہے اور اسے کسی کپڑے سے ڈھانک دیتا ہے تاکہ رات کو بوریوں میں ڈال کر گھر لے جائے۔ چنانچہ وہ رات کے وقت جانوروں (گدھوں) پر لاد کر گھر لاتا ہے۔ جب گھر پہنچ کر دیکھتا ہے کہ ایک جانور پر بوری خالی تھی۔ تو غور سے دیکھا تو اس بوری میں ایک بڑا سوراخ تھا۔ جس کی وجہ سے اس کے ڈالے ہوئے سارے دانے راستے میں ہی گر گئے اور بوری خالی ہو گئی۔

حضورؒ نے یہ واقعہ بیان کر کے جہانے سے پوچھا "یہ بتاؤ اگر زمیندار عقل مند ہے تو کیا وہ پھر اس پھٹی ہوئی یا سوراخ والی بوری میں دانے ڈالے گا؟ اگر وہ ڈالے گا تو پھر گر جائیں گے۔" جہانے نے کہا کہ جناب زمینداراس بوری میں دانے نہیں ڈالے گا۔

حضورؒ نے فرمایا کہ اب تم اپنے متعلق خود فیصلہ کر لو کہ اتنے سالوں میں تو تم نے ہماری ہدایات پر عمل نہیں کیا۔ اب ہم تم کو کیسے ہدایت کریں؟ اس پر جہانہ رو پڑا۔ تو حضورؒ کو اس پر ترس آ گیا اور فرمایا کہ اچھا ہم تمہارا کوئی انتظام کرتے ہیں۔

مدعا یہ ہے کہ مرید کا فرض ہے کہ اپنے مرشد کے احکام پر عمل پیرا رہے اور غفلت میں وقت ضائع نہ کرے۔ کیونکہ اسی میں اسکی ترقی ہے۔

طریقۂ تعلیم

جناب پیر صاحبؒ کا طریقۂ تعلیم ایسا تھا کہ سب لوگ خوب سمجھ جاتے تھے۔ جس درجہ کے لوگ موجود ہوتے اسی درجہ کی تعلیم دیتے اور سمجھانے کے لئے انہی لوگوں کی زندگیوں کی مثالیں دیتے۔ ایک بات کر کے دریافت فرماتے "سمجھے یا نہیں سمجھے؟" اگر وہ نہیں سمجھا تو دوسری مثال دیتے۔ ضرورت پڑتی تو مزید مثالیں بیان کر دیتے۔ مدعا یہ ہوتا تھا کہ ان کی بات حاضرین کے ذہن نشین ہو جائے۔

ایک روز ارشاد فرمایا: آپ دکاندار کے پاس کوئی چیز خریدنے کے لئے جاتے ہیں مثلاً آپ کو چنوں کی ضرورت ہے تو وہ دکاندار اگر آپ کو ہیرے جواہرات پیش کر دے تو آپ ضرور خفا ہوں گے کیونکہ وہ آپ کی ضرورت نہیں۔ ہم نے بھی یہاں دکان لگا رکھی ہے۔ جس چیز کی مرید کو غرض یا مقصود ہو وہی اس کو دی جاتی ہے۔ ورنہ اس کی تسلی نہیں ہوتی۔

ایک اور مثال بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر یہاں اس دربار شریف میں چھوٹے چھوٹے موتیوں اور منکوں کا ڈھیر ہو اور اس میں کچھ اناج کے دانے بھی ہوں اور ایک مرغا یہاں داخل ہو جائے تو وہ مرغا اپنی چونچ سے،

پنجے سے، موتی یا منکے علیحدہ کر کے صرف اناج کے دانے چگ کر لے جائے گا۔ چونکہ اس کی ضرورت خوراک صرف اناج کے دانے ہیں۔

ایک اور مثال بیان فرمائی کہ اگر آپ کے سامنے ایک کتا آ کر بیٹھ جائے جس کی خوراک گوشت یا روٹی ہے تو اگر آپ اس کتے کے سامنے چاندی یا سونے کا ٹکڑا ڈال دیں تو وہ اس کو بالکل نہیں چھوئے گا۔ اگر آپ گوشت کا ایک معمولی سا ٹکڑا چاندی یا سونے کے ٹکڑے کے ساتھ رکھ دیں تو وہ فوراً گوشت کا ٹکڑا ڈھونڈ لے گا۔

ایک اور مثال دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک خوش ذوق آدمی اعلیٰ ململ کی پگڑی باندھنے کا عادی ہے۔ اگر اسے گھٹیا قسم کی ململ کی پگڑی بطور تحفہ دی جائے تو وہ ہرگز پسند نہیں کرے گا۔

فرمایا کسی شخص کی خدمت اگر اس کے خیال کے مطابق کی جائے تو وہ خوش ہوتا ہے ورنہ ملول ہوتا ہے۔

انسانی زندگی

فرمایا: حقیقتِ انسان بہت بلند ہے۔ انسان کی حقیقت ذات سے ملی ہوئی ہے۔

اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَاَنَا سِرُّہٗ

''انسان میرا بھید ہے اور میں اس کا بھید ہوں''

جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے وہاں تک یہ پہنچ جاتا ہے اور پھر وہاں پہنچ کر اس کی نگاہ اور بلند ہو جاتی ہے اور پھر وہاں تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسا دنیاوی امور میں ہوتا ہے ویسے ہی روحانیت کے مدارج میں ہوتا ہے۔ جیسے ایک دیہاتی غریب لڑکا علم حاصل کر کے ہائی کورٹ کا جج بن جائے تو اس کی زندگی دوسری ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی روحانی مدارج میں پہلی سے دوسری اور تیسری زندگی تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ بچہ کھلونوں پر ریجھ جاتا ہے مگر وہی بچہ جوان ہو کر انہیں کھلونوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسے دوسری باتیں بھاتی ہیں۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿نوح: 14﴾

''اور اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے''

کا بھی یہی مدعا ہے۔

ارشاد فرمایا: انسان کو اصلی زندگی اختیار کرنی چاہیے جو اپنے مالک سے ملی ہوئی ہو اور مخلوقِ خدا سے تعلق محض اس کی رضا کے لئے رکھنا چاہیے۔

ارشاد فرمایا: ہر انسان مصروف ہے اور انسانی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو مصروف نہ ہو۔ اگر ظاہری طور پر وہ

مصروف نظر نہ آئے پھر بھی قسماقسم کے خیالات میں پیہم مشغول ہوتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی میں وہ تمام خوشیاں اور غمیاں پیش آتی ہیں جو بڑے بڑے بادشاہوں کو پیش آتی ہیں۔ ایک غریب آدمی کے لئے روزانہ کی ضروریات کے حصول کے لئے وہی پریشانی ہوتی ہے جو سکندر اعظم کو کوئی ملک فتح کرنے کے لئے پیش آئی۔ **علیٰ هذا القیاس۔** ہر انسان کو اچھائی برائی کے پیش آنے سے اصلی یاد دہانی بھی ہوتی رہتی ہے مگر تغافل کے پردے کی وجہ سے وہ جلد بھول جاتا ہے۔ اس کا ضمیر اس کو یاد دہانی بھی کراتا ہے۔

انسان کو اصلی زندگی اختیار کرنی چاہیے اور دنیا کی دوسری زندگی محض طفیلی سمجھنی چاہیے۔

ارشاد فرمایا: مالک الملک نے انسان کو ایک حقیقت علوی نوری عطا فرمائی ہے اور عالمِ بالا کی اس لطیف نورانیت کو جسمِ خاکی (بت عنصری) میں مقید کر دیا ہے۔ اس کو بت عنصری پر غلبہ از روئے فطرت حاصل ہے مگر لواحقات بشریت ونفسانیت اور اس کے متعلقات کی مصروفیت پر توجہ مشغول ہو کر یہ نوری حقیقت مقفل ہو جاتی ہے۔

خدا سے تعلق رکھنے والی یہی چیز ہے۔ جب انسانی بشریت غالب اور روحانیت مغلوب ہو جاتی ہے تو انسان بشریت میں محو ہو کر اس دنیا کے عارضی لذائذ کا فرمانبردار ہو جاتا ہے اور مقصدِ حیات سے بہت دور جا پڑتا ہے حالانکہ مدعا یہ تھا کہ اس ظلِ بشری سے مل کر زیادہ چمک حاصل کرتا اور نفسانی محسوسات پر غلبہ حاصل کر کے ذاتِ احدیت میں زیادہ حقدار بنتا۔ خدا نے اس نوری حقیقت کی آزادی کے لئے اس کے قفسِ عنصری (بشریت) کو اسلام اور دین اور عبادت کے اصولوں کا مکلّف اور پابند کیا تا کہ انسان اپنی حقیقت اصلی پر زندہ رہے۔

ایک روز فرمایا: زبان مرأۃ دل ہے۔ دل مرأۃ الروح ہے۔ روح مرأۃ حقیقت انسانی ہے۔ حقیقت انسانی مرأۃ ذات غیب الغیب ہے۔

اور فرمایا مرأۃ کے معنی آئینہ کے ہیں جس میں عکس منعکس ہوتا ہے۔

آدابِ پیر

ایک دفعہ دربار شریف میں حاضری ہوئی۔ ان دنوں ڈیوڑھی کے کمرہ کے فرش پر تازہ سیمنٹ کیا گیا تھا اور کوئی دو ہفتے سے راستہ بند رکھا گیا تھا اور نشست گاہ کے ساتھ والا دروازہ کھول دیا گیا تھا۔ دو ہفتے کے بعد جب دربار شریف کا کمرہ مریدین سے بھرا ہوا تھا میں نے ایک شخص کو جو عین میرے سامنے بیٹھا تھا کہا کہ ذرا جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ فرش کا سیمنٹ خشک ہو گیا ہے یا ابھی نہیں۔ اس شخص نے یہی بات اپنے پیچھے بیٹھے ہوئے کہ کہہ دی۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے وہ کہتے رہے۔ چار پانچ آدمیوں تک جا کر بات ختم ہو گئی اور کوئی بھی اٹھ کر نہ گیا اور نہ ہی بتایا کہ فرش خشک ہو گیا ہے کہ نہیں۔ حضور پیر صاحبؒ نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے لوگ معمولی آداب تک تو جانتے نہیں تو وہ طریقت کے

رموز سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: کاش! میرے مرشد زندہ ہوتے اور یہ خدمت میرے ذمہ ہوتی تو کوئی دیکھتا کہ پیرومرشد کے آداب کس طرح بجالائے جاتے ہیں۔

اسی ضمن میں ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت باباجیؒ کو کہوٹہ سے اطلاع ملی کہ کوئی قریبی رشتہ دار فوت ہو گیا ہے۔ حضرت باباجیؒ نے مجھے اور ثانی صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ کہوٹہ جانا ہے مگر پنڈی سے سہالہ اور پھر کہوٹہ یہ لمبا راستہ ہے اور وقت بھی زیادہ لگے گا۔ بہتر ہوگا کہ مری بازار سے سیدھا پار ''کروڑ'' کے بازو سے نکل کر کہوٹہ پیدل چلے جاؤ۔ تو ہم نے تیاری کر لی۔ باباجیؒ نے مجھے پھر بلایا اور فرمایا کہ مری کے بازار کی گلی سے نہ گزرنا بلکہ دھوبی گھاٹ کے بازو سے بھی جھیکا گلی والے راستے سے گزر کر جا سکتے ہیں یعنی مری کے بازار کی گلیوں سے گزرنے سے منع فرمایا۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ جھیکا گلی سے راستہ ''کروڑ'' والا اختیار کر کے کہوٹہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد کم وبیش عرصہ چالیس سال حضور باباجیؒ زندہ رہے اور اس دوران میرا عموماً ہر ہفتہ ورنہ ہر ماہ تو راولپنڈی جانا ہوتا ہی رہا۔ مگر میں نے مری کی مال روڈ وغیرہ پر جانے کی کبھی نیت تک بھی نہیں کی۔ کیونکہ حضرت باباجیؒ نے وہاں جانے سے روک دیا تھا۔

سائیں قائم خاں کی عقیدت

ایک موقع پر حضور پیر صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ سائیں بابا قائم خان جو حضرت باباجیؒ کی خدمت میں سالہا سال رہا اور ان کے وصال کے بعد حضور پیر صاحبؒ کی خدمت میں ساری عمر گزار دی، وہ دربار شریف میں داخل ہوا۔ اس نے آ کر عرض کی کہ جناب لنگر کے لئے سامنے والی زمینوں سے لکڑیاں لانی ہیں تو کیا کیا جائے؟ حضورؒ نے فرمایا کہ آدمیوں کو بھیجو۔ بابا قائم خاں نے کہا کہ حضورؒ آدمیوں کو کس طرح کہوں۔ پیر صاحبؒ نے فرمایا ''منہ سے کہو''۔ وہ فوراً باہر نکل آیا۔ میں ہنس پڑا۔ میں بھی باہر آ گیا اور بابا قائم خان کو کہا کہ پیر صاحبؒ نے جب تم کو حکم دیا ہوا ہے کہ لکڑیاں اور گھاس لانا ہے تو سیدھا آدمیوں کو کیوں نہ کہا۔ تو جواب دیا اور کہا نیک بختا! میری ساری عمر گزر گئی ہے یہ لوگ (خادمینِ دربار) میری نہیں مانتے۔ میں نے کہا اب وہ کیسے مانیں گے؟ تو کہنے لگا تم نے اندر نہیں سنا کہ پیر صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ ''منہ سے کہو'' اب جو میں منہ سے کہوں گا تو وہ پیر صاحب کی طرف سے ہوگا اور ان لوگوں کا ماننا پڑے گا۔

معجزہ اور کرامات

اولیاءاللہ کی کرامات حق ہیں اور فرع ہیں معجزہ کی۔ معجزہ نبی کا خاصہ ہے اور کرامت اولیاءاللہ کا خاصہ ہے۔ کرامتِ اولیاء کا منکر، معجزہ اور معجزہ کا منکر رسول خداﷺ کا اور قرآن کریم کا منکر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں

حضرت زکریاؑ کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش (آل عمران: 39) اور حضرت مریمؑ کے پاس بے موسمی پھل کی موجودگی (آل عمران: 37) اور حضرت سلیمانؑ کے وزیر آصف بن برخیا کے ملکہ بلقیس کے تخت کو ایک ہزار میل سے زیادہ فاصلے سے فوری طور پر حاضر کرنے (النمل: 40) کے واقعات کا ذکر موجود ہے۔

کرامت پوشیدہ رکھنے کی چیز ہے اور معجزہ ظاہر کرنے کی چیز ہے۔ اولیاءاللہ کرامت کو چھپاتے ہیں اور عام لوگ کہتے ہیں کہ یہ بھی ہماری طرح ہی کے ہیں۔ حالانکہ یہ جہالت اور نادانی ہے۔

انسانی صفات اور سائنسدان

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا: انسانی صفات مثلاً رونا، ہنسنا، غم اور خوشی ان صفات کا ہر شخص کو شب و روز تجربہ ہو رہا ہے اور ان صفات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا لیکن آج تک کسی حکیم یا فلاسفر یا سائنسدان نے یہ نہیں بتایا کہ یہ صفات مذکورہ بالا انسان کے کسی حصۂ جسم میں ہیں اور ان کی شکل وصورت اور ہیئت کیا ہے۔ یہ کہاں سے آتی ہیں اور کہاں چلی جاتی ہیں۔ حالانکہ ہمارے موجودہ زمانے میں علم وحکمت کے مجسمے مع رگ و پٹھے اور رنگ وغیرہ کے بنا رکھے ہیں بلکہ عجائب خانوں اور شفا خانوں میں کھڑے کر رکھے ہیں۔

لیکن ان چار صفات کی جائے قیام یا ان کی رنگ و بو، ان کا بھاری یا ہلکا پن وغیرہ کا نہ تو خود پتہ بتایا اور نہ ہی کسی کو نکال کر دکھایا۔ نہ یہ بتایا کہ ان صفات کا مخزن فلاں جگہ ہے حالانکہ یہ صفات اربعہ عناصر سے تعلق رکھتی ہیں۔

جب یہ لوگ اربعہ عناصر کے کسی اصل یا فرع تک جزوی اور حواس ظاہری تک نہیں پہنچ سکتے تو ان کی حقیقت تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اور کیا دریافت کر سکتے ہیں؟ جب اپنے جسم ہی کے اجزاء اور صفات سے واقف نہ ہوئے جن کا تعلق جسمِ انسان سے ہے تو جسم کی اصل روح سے کیا واقف ہو سکتے ہیں اور اولیاءاللہ کے علم و فضل سے کیا واقفیت رکھ سکتے ہیں؟ علمِ ظاہری والے علمِ باطن سے باخبر نہیں۔ اعتراضات کے سوا ان کے پاس اور کیا ہے؟ صاحبِ قال ہیں صاحبِ حال کا ان کو کیا بتایا جائے۔ ان باتوں کا علم انہیں حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کسی ولی اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اس کے قدموں میں نہ گر جائیں۔ جیسا کہ مولانا روم کا ارشاد ہے:

قال را بگذار مردِ حال شو
پیشِ مردے کاملے پامال شو

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا ایک دن حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ بڑے فکر مند ہوئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ بارِ الٰہا! روح تو تو نے اپنی قدرتِ کاملہ اور اپنے امر سے عطا کی مگر اسے قبض کرنے کے لئے ایک فرشتہ مقرر فرما دیا

ہے۔ مجھے روح کے قبض ہونے کی تکلیف اور تنگی سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ جواب ملا اے ابراہیم! تجھے کوئی تکلیف نہ ہوگی اس لئے فکر نہ کرو۔ ایک روز پھر متفکر ہو گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وجہ دریافت فرمائی۔ تو عرض کیا کہ بارِالٰہا! قبر کے عذاب سے مجھے ڈر محسوس ہوتا ہے۔ جواب ملا کہ تمہیں قبر کا کوئی عذاب نہ ہوگا۔ تو خوش ہو گئے۔ پھر خیال آیا کہ پلصراط سے گزرنا اور حسابِ میزان تو باقی رہ گیا اور یاد کر کے بہت روئے۔ اللہ تعالیٰ نے رونے کی پھر وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ پلصراط اور حسابِ میزان سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! ہم نے تیرے لئے یہ بھی آسان کر دیا۔ اب بہت خوش ہوئے۔ چند ایّام کے بعد خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ تو **فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْد** ہے وہ تو بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ اگر وہ ان تمام آسانیوں کا فیصلہ بدل دے تو میں تو پہلے ہی خدشہ میں رہ گیا۔ اس لئے پھر رونا شروع کر دیا۔ دریافت کرنے پر اپنی عرض پیش کر دی۔ باری تعالیٰ نے فرمایا یقیناً میں قادرِ مطلق ہوں۔ تو حضرت ابراہیمؒ نے عرض کیا بارِالٰہا! تو میں پھر بھی روتا رہوں گا۔ باری تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! ہم اپنی بے پرواہی اور بے نیازی تمہاری خاطر نہیں چھوڑ سکتے۔

قلبی کیفیت کی تبدیلی

ایک روز حضرت مولانا غلام محمد صاحب بڑانگیؒ نے سوال کیا حدیث مبارکہ ہے کہ جب کوئی شخص ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبّا پڑ جاتا ہے۔ جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا سیاہ دھبا۔ **علیٰ هذا القیاس**۔ سیاہ دھبے پڑتے جاتے ہیں اور اس کا دل سیاہ دھبوں سے بھر جاتا ہے۔ اب ایسا شخص اگر پیر کامل کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو پیر اس کا کیسے علاج کر سکتا ہے؟

حضور پیر صاحبؒ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے شیخِ کامل کے پاس کئی طریقے ہیں۔ چونکہ عوام اس بات کو سمجھ نہ سکیں گے ایک مثال کو سمجھنا چاہیے۔ چنانچہ فرمایا کہ پنجاب کے اکثر مقامات پر مالٹے اور میٹھے کے باغ ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد مالٹے یا میٹھے کا درخت پھل دینا بند کر دیتا ہے تو سمجھدار مالی اس کو کاٹ کر پھینک نہیں دیتا بلکہ وہ دیکھتا ہے کہ اگر اس کی جڑ ٹھیک ہے تو وہ دوسرے درخت سے جو پھل دے رہا ہے اس کی شاخ کاٹ کر قلم تیار کرتا ہے اور پھر اسی درخت پر ایک خاص طریقے سے پیوند لگاتا ہے۔ پہلا درخت جو پھل نہیں دیتا تھا وہ نئی قلم لگنے سے دوبارہ پھل دینا شروع کر دیتا ہے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ مالٹے کے درخت پر پیوند بھی مالٹے کا ہی لگائے۔ وہ کاریگر مالی دیگر پھل مثلاً کنوّ یا مسمی وغیرہ کی قلم لگا دیتا ہے۔ جس قسم کی قلم یا پیوند لگاتے ہیں وہ نئی قسم کے پھل دینا شروع کر دیتا ہے۔ یا ایسا سمجھئے کہ پہلا مالٹے کا درخت اب کنوّ کی قلم لگا دی گئی تو اس نے کنو دینے شروع کر دیے۔ اسی طرح شیخِ کامل بھی پہلے جس دل پر گناہوں کے داغ لگے تھے اس کے اوپر نئی قلم یا پیوند لگا کر اس کی کیفیت بدل دیتا ہے۔

پیر کے فرمان کی پیروی

ایک مجلس میں فرمایا: مرید اگر اپنے پیر کے جوتے سو سال بھی اٹھائے رکھے تو پیر راضی نہ ہوگا۔ لیکن اگر کسی مرید کو اپنے پیر سے محبت ہے اور وہ ان کے احکام کی دل سے پیروی کرتا ہے تو اس پر پیر راضی ہوگا۔ اگر پیر راضی ہو جائے تو مرید کو فنافی الشیخ کا درجہ حاصل ہو جائے گا اور سلوک میں ترقی کرنے کی یہی کلید ہے۔

اللہ کا مہمان

ایک روز فرمایا: جب انسان گھر سے حج مبارک کے لئے صحیح ارادہ کر کے اپنے گھر سے روانہ ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا مہمان ہو جاتا ہے اور جب تک حج کی ادائیگی کے بعد گھر واپس نہیں آ جاتا وہ مالکِ دو جہاں کا مہمان رہتا ہے اور اللہ کے مہمانوں کے پاؤں کے نیچے فرشتے ساری راہ اپنے پَر بچھاتے ہیں یعنی گھر سے نکلنے سے لے کر واپسی تک اسی عمل میں مصروف رہتے ہیں۔

اسی لئے جب ایسا انسان گھر سے قدم باہر نکالتا ہے تو سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ فرشتے کسی گناہ گار اور گندے انسان کے قدموں کے نیچے پر نہیں بچھا سکتے۔ اسی طرح جب کوئی شخص اپنے گھر سے محض اللہ کی رضا کی خاطر کسی ولی اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے گھر سے باہر قدم رکھتا ہے تو اس کے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں کیونکہ فرشتے جن کو ایسے انسانوں کے قدموں کے نیچے پر بچھانے کا حکم ہے وہ گناہوں سے آلودہ انسانوں کے قدموں کے لئے پر نہیں بچھاتے۔ علمِ دین کو حاصل کرنے والے طالب علم کے لئے یہی بشارت ہے۔

کائنات کا قیام حضور ﷺ کی ذات سے ہے

ایک روز میں خدمت میں حاضر تھا کہ حضور پیر صاحبؒ نے اپنی ایک تحریر مجھے پڑھنے کے لئے دی۔

"کلی حمد اسی ذات پاک کو زیبا ہے جو تمام ادراکات صفات جسمانی اور ادراکات صفات روحانی و ادراکات علوم و معانی سے پاک ہے۔ اس کے وجود اور موجود ہونے کے دلائل خود خلقت بشر، شمس و قمر و نجوم السّموات ہیں اور ان موجودات کی صورت و حرکات و سکنات اور اثرات سے حواسِ خمسہ ظاہری کو علم الیقین اور حواس خمسہ باطنی انوار اسماء و صفات سے عین الیقین عطا فرمایا اور تمام علوم و احساسات اور ادراکات تجلی ذات میں متحیر و بیکار کر کے حق الیقین عنائیت فرمایا۔

نظر وہ ہے جو اس کون و مکان سے پار ہو جائے
مگر جب روئے تاباں پر پڑے تو بیکار ہو جائے

وجودِ مخلوقات اوران کے حرکات وسکنات واثرات تمام واجب الوجود کی خبر دے رہے ہیں۔آسمانوں کی گردش اور بلندی، بلاستون قیام،شمس وقمر کی روشنی، صبح وشام، پہاڑوں کی بلندی، زمین کی پستی، دریاؤں کی روانی، شجر وثمر کا ذائقہ واثر، رنگ و بوئے گل یہ کل چیزیں صانع حقیقی کی زبانِ حال سے صفت بیان کررہی ہیں۔مگر وجوداشیاء سے ذات وصفاتِ حق پر پوری معرفت نصیب نہیں ہوسکتی۔کیونکہ مخلوقات خواہ عرش ہو یا فرش، برگ ہو یا ثمر،شمس ہو یا قمر،شام ہو یا سحر، یہ سب اپنے اپنے محدود وجود صفات سے ہیں اورصفاتِ حق سے جزوی طور پر ایک صفتِ حرص رکھتی ہیں اور وہ بھی بذات خود مستفیض نہیں ہیں کیونکہ کل مخلوقات کی پیدائش بواسطہ نور نبی کریمﷺ کی ذات اقدس سے ہے۔وہی اس کائنات کی اصل ہیں آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔صاحب لولاک آپﷺ ہی ہیں۔اورکائنات کا قیام حضورﷺ کی ذات سے ہے۔''

اولیاءاللہ

فرمایا: حقیقتاً ذات حق تعالیٰ افہام وتفہیم وادراکات ومحسوسات سے بالکل وراءالوریٰ ہے۔یہ جملہ الفاظ مثل قرب وبعد،ازل وابد، بلندی وپستی انسان نے اپنے فہم سے یا خدا نے فہم انسان کی خاطر پیدا کئے ہیں اوران کا تعلق علمِ انسان اورفہمِ انسان تک محدود ہے۔انسانی علم اور انسانی ذات وصفات نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے متعلق ہیں۔ حضورﷺ اس کی ذات وصفات کے مظہراتم اوراس کے محبوب مطلق ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنی ذات کو **رب العالمین** اورحضورﷺ کی ذات کو **رحمته اللعالمین** اور **رَءُ وفُ ٗ الرَّحِيمُ** فرمایاہے۔بموجب ارشادِحق حضورﷺ تمام مخلوق کے لئے **رحمته اللعالمین** ہیں۔جس طرح ذاتِ حق ہر جگہ موجود ہے لیکن سب سے الگ ہے۔اسی طرح ذات نبی کریمﷺ بھی ہر چیز سے قریب ہے۔اگر رحمت سے کوئی چیز دور ہوجائے تو اس کا قیام نہیں رہ سکتا۔جیسے دھوپ کا قیام آفتاب کے ساتھ ہے۔ ایسے ہی حضورﷺ کی ذات کے ساتھ مخلوق کا قیام ہے۔اگرآفتاب نہ ہوتا تو روشنی نہ ہوتی اورحضورﷺ کی ذات کے بغیر کوئی مخلوق نہ ہوتی **لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ .**

تھوڑے توقف کے بعد فرمایا: واللہ یہ سب درست ہے۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

گر کسے در علم صد لقمان بودے
پیشِ مردے کاملے ناداں بودے

اگر کوئی علم میں سولقمان کے برابر ہو جائے تو مردِ کامل کے سامنے وہ نادان ہے۔ دراصل بات یوں ہے کہ اولیاءاللہ یعنی مردانِ کامل وصول الی اللہ کا وسیلہ ہیں۔قرآن کا حکم ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ﴿المائدہ: 35﴾

کیونکہ یہ بات سمجھنے کے قابل ہے کہ خدا تک پہنچانے کا ذریعہ محض رسول اللہﷺ ہیں اور ان تک عام انسانوں کو پہنچانے کا ذریعہ نائبین رسول یعنی اولیاءاللہ ہیں۔

مثال دے کر سمجھایا: مینہ کا برسنا دیکھو اور سمجھ لو کہ یہ اسی سمندر کا فیض ہے جہاں سے آفتاب کی تمازت سے پانی کے بخارات اٹھتے ہیں اور بادل کی صورت اختیار کرتے ہیں۔ بادل تو صرف بارانِ رحمت کے پہنچانے کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔مگر بادلوں کے بغیر مینہ برسانا قدرتِ الٰہی کی سنت نہیں ہے۔

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ﴿الفاطر: 43﴾

بے شک صبح کے نور کو عالم میں پھیلانے والا اللہ ہے مگر بغیر آفتاب کے ذریعہ سے نہیں کرتا۔ اسی طرح ولی اللہ کے وسیلہ کے بغیر اندھیرے دل کا روشن ہونا بھی محال ہے۔

انسان کو سوچنا چاہیے کہ اس کا نفس امّارہ کیسے مرے اور اس کا قلب کیسے صاف ہو۔اللہ تعالیٰ نے انسان کے سینہ میں قلب اور نفس دو چیزیں پیدا فرمائی ہیں۔کسی ولی اللہ کا قول ہے:

نفس کب مرتا ہے سو تدبیر سے
ہاں مگر مرتا ہے آ کر پیر سے

سمجھ لینا چاہیے کہ نفس انسانی کی تین حالتیں ہیں۔نفس امّارہ، نفس لوّامہ اور نفس مطمئنّہ۔

پہلی حالت (نفس امّارہ)

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ط ﴿یوسف: 53﴾

''نفس امّارہ (انسان کو) برائی ہی سکھاتا رہتا ہے مگر یہ کہ میرا پروردگار رحم کرے''

نفسِ امّارہ انسانوں کو طرح طرح حیلوں بہانوں سے برائی کی طرف مائل کرتا ہے۔اور یہی حالت انسان کے لئے تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔شریعت اور طریقت کا مدعا اسی نفس امّارہ کو مغلوب کرنا ہے جو ولی اللہ کی غلامی سے ممکن ہے۔اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت سے روحانیت کے مدارج طے ہوتے ہیں۔

پس جس طرح عالم کی روشنی کے لئے آفتاب کو کافی سمجھنا اور دوسرے آفتاب کی روشنی تلاش نہ کرنا اور بادلوں کے سوا کوئی اور ذریعہ بارانِ رحمت کے لئے تلاش نہ کرنا عین دانائی و عقلمندی ہے۔اسی طرح اپنے پیر کامل کے علاوہ کسی اور پیر کی تلاش نہ کرنا عین عقلمندی ہے۔ **یک در بگیر و محکم بگیر** ۔(ایک دروازے پر جھک جاؤ اور مضبوطی سے جھکے رہو)

پھر فرمایا اولیاءکرام کی مثال ایسی ہے جیسے دنیا کے تمام دریا سمندر سے آئے۔مردہ زمینوں کو سیراب و زندگی بخشتے ہوئے اور روئے زمین کا دورہ کرتے ہوئے پھر سمندر میں جا ملتے ہیں۔اولیاء اللہ دربار نبویﷺ سے آئے۔ مردہ دلوں کو ابدی زندگی بخشتے ہوئے پھر آقائے نامدار حضورﷺ کے قدموں میں حاضر اور واصل ہو گئے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴿یونس: 62﴾

''سن رکھو جو خدا کے دوست ہیں ان کو کچھ خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے''

اصلی و نقلی پکھراج

فرمایا: میں ایک بار بمبئی میں تھا کہ مولانا سیف الدین طاہر (جو بوہرہ قبیلہ کے معزز پیر تھے) ان کے ذریعے بڑے بڑے جوہریوں کی دکانوں پر پنا اور پکھراج دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

ایک روز ایک جوہری صاحب نے پہلے ہمیں پکھراج پیش کئے جو بہت خوبصورت تھے۔میں نے ان کی تعریف کی تو جوہری کہنے لگا کہ ان کی قیمت ہزاروں روپے ہے مگر یہ اصلی نہیں۔ہم آپ کو اصلی پکھراج دکھاتے ہیں جن کی قیمت لاکھوں روپے ہوتی ہے۔چنانچہ جب ہم نے ان کو دیکھا تو وہ اتنے خوبصورت نہ تھے۔جوہری نے بتایا کہ ان کی خوبی اسی وجہ سے ہے کہ ان میں ایک کالی دھاری ہے جو قدرتی ہے۔پہاڑوں میں یہ ہزار ہا سال برفوں میں دبے رہنے سے یہ اثر پیدا ہوتا ہے۔اس کالی دھاری کی وجہ سے ان کی قیمت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

اس وقت مجھے سمجھ آئی کہ اللہ تعالیٰ کیوں فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ﴿البقرۃ:222﴾

''بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''

کیونکہ نیک اور پاکیزہ عمل کرنے والا شخص عموماً اللہ تعالیٰ سے استغفار نہیں کرتا اور وہ خود فریبی کا شکار ہو جاتا ہے اور ایک گناہ گار شخص اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر بارگاہِ الٰہی میں استغفار کرتا رہتا ہے،معافی مانگتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ

جوغفور الرحیم ہے اسے معاف کر دیتا ہے۔مگر نیک کردار شخص جو آرام سے سوتا ہے وہ غافلوں میں شمار ہو جاتا ہے۔ اسی لئے گناہوں سے توبہ واستغفار اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے۔

حضور انورﷺ کی عزت ونصرت

ایک مجلس میں حضرت پیر صاحبؒ نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی۔

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿الاعراف:157﴾

''تو جولوگ ان پر ایمان لائے اوران کی رفاقت کی اورانہیں مدد دی اور جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے(کتاب وسنت)اس کی پیروی کی وہی مراد پانے والے ہیں''

فرمایا: اس آیت میں پہلے ایمان لانا بیان کیا گیا ہے پھر رفاقت، پھر مدد، پھر قرآن پر عمل کرنا اور پھر فلاح کا ذکر فرمایا۔اس آیت میں حصر مسند پر ہے۔مطلب یہ ہوا کہ جب تک چاروں چیزیں ثابت نہ ہوں تو عذاب سے نجات نہیں ہوسکتی۔اگر چہ قرآن پر بھی عمل ہے اور ایمان بھی ہے۔مگر حضورﷺ کا ادب، آپ کی عزت وتکریم اور نصرتِ دین نہیں تو دوزخی ہے۔اس کے لئے فلاح نہیں اس آیت کریمہ کا یہی مقصد ہے۔

حضورِ انورﷺ سے مصافحہ

ایک روز فرمایا کہ حدیث مبارکہ ہے کہ

مَنْ صَافَحَنِیْ اَوْ صَافَحَ مَنْ صَافَحَنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

''جس نے مجھ سے مصافحہ کیا یا اس شخص سے جس نے مجھ سے مصافحہ کیا تا یومِ قیامت تو ایسا شخص جنت میں داخل ہوگا''

بجلی میں یہ تاثیر ہے کہ اس کو ہاتھ لگانے والے کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور جو اس کو بھی ہاتھ لگا تا جائے گا وہ سب کو پکڑتی (کھینچتی) جائے گی۔

حضورﷺ کے ہاتھ مبارک سے زیادہ پُر تاثیر کائنات کی کوئی اور چیز نہیں ہوسکتی۔حضورﷺ کا ہاتھ تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔

اس بندہ اکمل کا ہاتھ
غالب و کار آفرین کار کشاء و کار ساز